قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

Online Edition

مدیر: ابو سعید

ہفتہ 8/اکتوبر 2022ء | 11/ربیع الاول 1444 ہجری قمری | 8/اخاء 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:217

ارشادِ باری تعالیٰ

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾

(الانبیاء:108)

ترجمہ: اور ہم نے تجھے دنیا کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے

فرمانِ خلیفۂ وقت

12/ربیع الاول کا دن وہ دن ہے جب دنیا میں وہ نور آیا جس کو اللہ تعالیٰ نے سراجِ منیر کہا۔ جس نے تمام دنیا کو روحانی روشنی عطا کرنی تھی اور کی۔ جس نے خدا تعالیٰ کی حکومت دنیا میں قائم کرنی تھی اور کی۔ جس نے برسوں کے مُردوں کو روحانی زندگی دینی تھی اور دی۔ جس نے دنیا کو امن اور سلامتی عطا کرنی تھی اور عطا کی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾ (الانبیاء:108) اور ہم نے تجھے دنیا کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ جو صرف انسانوں کے لئے نہیں بلکہ چرند پرند سب کے لئے رحمت ہے۔ جو صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی رحمت تھا اور ہے اور جس کی تعلیم تا قیامت ہر ایک کے لئے رحمت ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ماننے والوں کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول میں تمہارے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَالۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا ﴿۲۲﴾ (الاحزاب:22) کہ یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اُس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔ پس اس اُسوۂ حسنہ پر چلنے کے بغیر مسلمان مسلمان نہیں کہلا سکتا۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے توحید کے قیام کے بھی نمونے قائم کئے۔ عبادتوں کے بھی نمونے قائم کئے۔ اعلیٰ اخلاق کے بھی نمونے قائم کئے اور حقوق العباد کے بھی نمونے قائم فرمائے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج کل کی مسلم اکثریت دعویٰ تو آپ کی محبت کا کرتی ہے لیکن عمل اس کے اُلٹ ہیں جن کی ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی تھی اور جو آپ نے عمل کر کے دکھائے تھے۔ آپ تو رحمۃ للعالمین بن کر آئے تھے اور یہ لوگ جو محبت کا دم بھرتے ہیں اور آج 12/ربیع الاول کو بھی بڑے جوش سے منا رہے ہیں اس میں بجائے یہ عہد کرنے کے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تیرے اُسوہ پر چلتے ہوئے رحمتیں ہر طرف پھیلائیں گے اکثر مسلمان ملکوں میں فتنہ و فساد کی کیفیت ہے۔

(خطبہ جمعہ یکم دسمبر 2017ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- میں تو آقا تجھے اپنا، فقط اپنا لکھوں (منظوم)
- مسیح موعود اپنی جماعت کو طور پر لے جائے گا
- آنحضرتؐ کے اخلاق حسنہ و اخلاق فاضلہ
- قرابت داروں کا سہارا، ہمارا پیارا نبیؐ
- رسول کریمؐ کا دشمنوں سے حسنِ سلوک
- تبلیغ اور آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ
- آئینہ محمدیؐ میں خود کو سنواریں
- سو سال قبل کا الفضل

فرمانِ رسولؐ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بنی آدم کا سردار ہوں مگر اس میں کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ قیامت کے دن میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلا ہوں گا جس کی شفاعت قبول کی جائے گی لیکن اس میں کوئی فخر کی بات نہیں اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا لیکن اس میں کوئی فخر نہیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر الشفاعۃ حدیث 4308)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

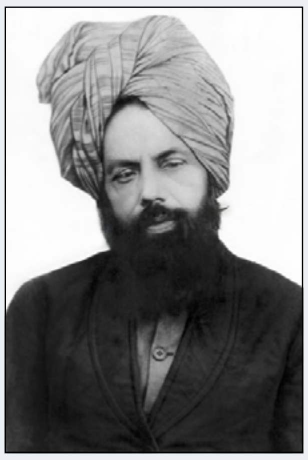

- مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر)۔ یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ (یہ دو چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اور بنی نوع کی ہمدردی میں اپنے آپ کو فنا کر لینا۔) اِس لئے خدانے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذرّیتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافرِ نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 118-119)

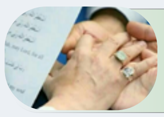

دربارِ خلافت

جاپان کے لوگوں کا احمدیہ جماعت کی خدمات کا کھلا اعتراف

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

نیوزی لینڈ کے یہ دو پروگرام تھے۔ ایک غیروں کے ساتھ مسجد کا اور دوسرا پارلیمنٹ کے ساتھ۔ اس کے بعد پھر ہم جاپان گئے۔ جاپان میں بھی ایک reception ناگویا میں تھی۔ اس میں بھی 117 مہمان شامل ہوئے، جس میں کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر، کانگرس مین تھے، ناگویا کے میئر تھے، صوبائی پارٹی کے ممبر تھے، شنٹو ازم اور بدھ ازم کے نمائندے تھے۔مختلف یونیورسٹیوں کے چودہ پروفیسر تھے، وکلاء تھے اور مختلف تنظیموں سے تعلق رکھنے والے مہمان تھے۔

Mr Yoshiaki جو کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر ہیں اور ممبر سٹی پارلیمنٹ ہیں۔متأثرین کے کیمپ کے انچارج بھی ہیں۔ ایک ہزار کلو میٹر کا سفر کر کے وہاں reception میں آئے تھے، اور کہنے لگے کہ 2011ء میں زلزلہ اور سونامی کے بعد انسانیت کے لئے جماعت احمدیہ کی خدمات ہمارے لئے ناقابلِ فراموش ہیں۔ مَیں اس بات پر اظہارِ تشکر کے لئے حاضر ہوا ہوں تا کہ اس جماعت اور تنظیم کے سربراہ کو ذاتی طور پر مل سکوں اور یہ بتا سکوں کہ آپ کی جماعت اور ماننے والے آپ کی تعلیمات پر چلتے ہوئے، آپ کی نصائح پر عمل کرتے ہوئے، انسانیت سے ہمدردی کے جذبے سے سرشار ہوتے ہوئے خدمتِ انسانیت کے کاموں میں مصروف ہیں۔ پھر کہتے ہیں مَیں نے یہ خطاب سنا اور اس یقین پر پہنچا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے امام اور ان کی تعلیمات میں ہی دنیا کے امن کا راز چھپا ہوا ہے۔

پس اگر حقیقی اسلامی تعلیم دنیا کو بتائی جائے تو ہر شریف الطبع کو یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ امن اسلام سے ہی وابستہ ہے۔ اللہ کرے کہ یہ دہشتگرد اور وہ لیڈر جو اپنی طاقت پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں اور غلط کام کر رہے ہیں اُن کو بھی اس بات کی سمجھ آ جائے۔

ایک مشہور وکیل ہیں وہ بھی آئے ہوئے تھے۔ اپنے تأثرات دیتے ہوئے وہ کہنے لگے کہ میں دل کی گہرائیوں سے اپنی محبت اور تشکر کے جذبات کا اظہار کرتا ہوں۔ 1951ء کی سان فرانسسکو میں ہونے والی کانفرنس میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی عظیم الشان تقریر نے اس تعلق کی یعنی جاپان سے جو تعلق ہے، اس کی بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا تھا کہ جاپان سے عدل اور جاپان کا امن دنیا کے لئے بہت اہم ہے کیونکہ مستقبل میں جاپان عالمی امن اور عالمی سیاست میں اہم کردار ادا کرنے والا ہے۔

اُس وقت جاپان کے ساتھ کچھ ایسا سلوک ہو رہا تھا جس پر کانفرنس میں جو سان فرانسسکو میں ہوئی چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے جاپان میں حق میں بہت تقریر کی تھی، اُس کا انہوں نے اظہار کیا کہ اس وجہ سے پھر لوگوں پر اثر ہوا اور ہمارے سے رویہ تبدیل ہوا اور اس کی ہم قدر کرتے ہیں۔ اور اس قدر کی وجہ سے جماعت احمدیہ کے ساتھ ہمارے تعلق ہیں اور جماعت احمدیہ کے اس تعلق کو مضبوط رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے اُس شخصیت کی آج اپنے ملک میں وہ قدر نہیں جہاں وہ وزیرِ خارجہ رہے اور سکولوں کے کورس میں پرائمری سکول میں تاریخ میں پہلے وزیرِ خارجہ کا نام لکھا ہوتا تھا۔ اب وہاں سے نکال دیا گیا ہے اور پہلا وزیرِ خارجہ کسی اَور کو بنا کے ایک غلط قسم کی تاریخ اب بچوں کو پڑھائی جا رہی ہے۔

(خطبہ جمعہ 15؍ نومبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

دعا کا تحفہ

مسجد میں داخل ہونے کی دُعا

رسول اللہؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریمؐ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے:

بِسۡمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلَی رَسُولِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِیۡ ذُنُوۡبِیۡ وَافۡتَحۡ لِیۡ أَبۡوَابَ رَحۡمَتِكَ

(ابن ماجہ المساجد ترمذی الصلوٰۃ)

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ (میں آتا ہوں) اور درود اَور سلام ہوں رسول اللہؐ پر اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دے۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 57)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

میں تو آقاؐ تجھے اپنا، فقط اپنا لکھوں

یٰسین تجھے لکھوں، تجھے طٰہٰ لکھوں
میں ہوں اس سوچ میں آقا، تجھے کیا کیا لکھوں

حسن یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا لکھوں
سبھی اوصاف کا مظہر، تو ہے یکتا لکھوں

تیری آمد سے گلستانِ نبوت میں بہاراں
گل کہہ کے پکاروں تجھے لالہ لکھوں

نام آ جائے غلامانِ محمدؐ میں میرا
مجھ سے پوچھو تو یہی حرف تمنا لکھوں

نقش در نقش تیرے حسن کے جلوے دیکھوں
عکس در عکس تیرا چاند ابھرتا لکھوں

تیر ہر ایک لیا ہاتھ پہ اف نہ کہا
تیرے عشاق میں اک نام میں طٰہٰ لکھوں

چشمِ عاشق میں چھلکتا ہوا اک سبز سا رنگ
میں جو دیکھوں تو اسے تو گنبد خضرا لکھوں

مجھ کو جس لمحہ میں ہو آپ کا دیدار نصیب
زندگانی کا میں حاصل وہی لمحہ لکھوں

تو ہی اول تو ہی آخر تو ہی مقصود حیات
تیری چاہت ہی کو میں روح کا سجدہ لکھوں

تیری ہر جنبش لب وحیٔ الٰہی پیارے
تو جو بولے تو اسے وحی یوحیٰ لکھوں

تیری مِدحت میں کروں وقف میں اپنے اشعار
میں جو لکھوں تو فقط تیرا قصیدہ لکھوں

سارا عالم ہے تیرا چاہنے والا لیکن
میں تو آقاؐ تجھے اپنا، فقط اپنا لکھوں

لئیق احمد عابد

اداریہ

مسیح موعود اپنی جماعت کو طور پر لے جائے گا

صحیح مسلم کی کتاب الفتن و اشراط السَّاعة کی روایت جو حضرت نواس بن سمعانؓ سے مروی مشہور و معروف طویل حدیث ہے جس میں آنے والے مسیح و مہدی کو چار دفعہ نبی اللہ، نبی اللہ کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ اس وقت میرے سامنے ہے۔ اس مکمل روایت میں یاجوج و ماجوج اور دجال کی آمد، اس کی علامات کے ساتھ ساتھ آنے والے مہدی و مسیح کی آمد اور اس کی وجہ سے دنیا و زمین جن برکات سے نہلائے گی کا ذکر بہت تفصیل سے ہے۔ یہ مضمون قدرے معمولی تبدیلیوں کے ساتھ مختلف روایات میں مذکور ہے۔ جن میں یاجوج و ماجوج اور دجال کی تباہ کاریوں کا ذکر ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ مسیح و مہدی کو وحی کرے گا کہ فَحَرِّزْ عِبادِیْ اِلی الطُّوْرِ کہ اپنے نیک بندوں کو طور کی طرف لے جا تا وہ محفوظ رہیں۔

اس کے بعد مسیحؑ کے طور سے اترنے اور دجالی قوتوں کا قلع قمع ہونے کا ذکر ہے۔ اس طویل حدیث کے تمام سیاق و سباق سے الگ رہتے ہوئے آج صرف اپنے ماننے والوں کو کوہ طور پر لے جانے پر ہی بحث ہو گی۔

جغرافیائی لحاظ سے کوہ طور مصر کے صحرائے سینا میں ان بلند پہاڑوں میں سے ایک ہے جو مصر سے مدین جاتے یا مدین سے مصر آتے راستہ میں پڑتا ہے۔ اسے طور سیناء، جبل طور یا جبل موسیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی بلندی 2,285 میٹر ہے۔ اس پہاڑ کے دامن میں وادی کا نام ''طویٰ'' ہے۔ جسے وادی مقدس اور البقعۃ المبارکہ بھی کہا گیا ہے۔ اسی مقام پر زیتون کے درخت کا ذکر ہے اور اسی مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے مسلم کی اس طویل حدیث کے اس حصہ کو بطور خاص اپنی صداقت میں متعدد بار اپنی کتب اور ملفوظات و گفتگو میں پیش فرمایا ہے۔ جیسے مورخہ 18/اکتوبر 1902ء کو دوران سیر مسیح موعود کے اپنی جماعت کو طور پر لے جانے کے ذکر پر فرمایا جسے اخبار الحکم نے یوں نقل کیا کہ

''اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ اپنی قوم کو طہارت اور تقویٰ کی بلند چٹان پر کھڑا کرے گا کیونکہ طور تجلی گاہ کا حق ہے اس لیے مسیح اپنی جماعت کو قرب اور ہیبت کے مقام پر لے جائے گا ...... خدا کا خوف اور ہیبت گناہوں سے بچائے گی اور اس کے تقویٰ اور طہارت میں ترقی ہو گی جو قرب حق کا ذریعہ ٹھہرے گی۔ ہیبت حق کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے طاعون (کو) ایک ذریعہ اور سامان ٹھہرا دیا ہے۔ بڑا ہی بدقسمت ہے وہ انسان جو اس بلا اور طوفان میں بھی خدا سے نہیں ڈرتا اور اس کی آنکھوں سے آنسو نہیں نکلتے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 271-272 حاشیہ ایڈیشن 2016ء)

• اسی مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی معرکۃ الآراء تصنیف چشمہ معرفت میں دو دفعہ بیان فرماتے ہیں۔

1۔ ''احادیث صحیحہ صاف اور صریح لفظوں میں بتلا رہی ہیں کہ یاجوج ماجوج کا زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ جب قوم یاجوج ماجوج اپنی قوت اور طاقت کے ساتھ تمام قوموں پر غالب آ جائے گی اور ان کے ساتھ کسی کو تاب مقابلہ نہیں رہے گی۔ تب مسیح موعود کو حکم ہو گا کہ اپنی جماعت کو کوہِ طور کی پناہ میں لے آوے یعنی آسمانی نشانوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کرے اور خدا کی زبردست اور ہیبت ناک عجائبات سے مدد لے ان نشانوں کی مانند جو بنی اسرائیل کی سرکش قوم کے ڈرانے کے لیے کوہ طور میں دکھلائے گئے تھے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ (البقرہ:64) یعنی کوہ طور میں نشان کے طریق پر بڑے بڑے زلزلے آئے اور خدا نے طور کے پہاڑ کو یہود کے سروں پر اس طرح لرزاں کر کے دکھلایا کہ گویا اب وہ ان کے سروں پر پڑتا ہے تب وہ اس ہیبت ناک نشان کو دیکھ کر بہت ڈر گئے۔ اسی طرح مسیح موعود کے زمانہ میں بھی ہو گا۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 88-89)

2۔ ''ایسا ہی ایک اور حدیث صحیح مسلم میں ہے جو مسیح موعود کے بارے میں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود جنگ نہیں کرے گا۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّیْ لَا یَدَانِ لِقِتَالِهِمْ لِاَحَدٍ فَاَحْرِزْ عِبَادِیْ اِلَی الطُّوْرِ یعنی اے آخری مسیح! میں نے اپنے ایک بندے ایسی طاقتور زمین پر ظاہر کیے ہیں (یعنی یورپ کی قومیں) کہ کسی کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہو گی۔ پس تو ان سے جنگ نہ کر بلکہ میرے بندوں کو طور کی پناہ میں لے آ یعنی تجلیات آسمانی اور روحانی نشانوں کے ذریعہ سے ان بندوں کو ہدایت دے۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ یہی حکم مجھے ہوا ہے۔

اب واضح ہو کہ ان بندوں سے مراد یورپ کی طاقتیں ہیں جو تمام دنیا میں پھیلتی جاتی ہیں اور طور سے مراد تجلیات حقہ کا مقام ہے جس میں انوار و برکات اور عظیم الشان معجزات اور ہیبت ناک آیات صادر ہوتی ہیں اور خلاصہ اس پیشگوئی کا یہ ہے کہ مسیح موعود جب آئے گا تو وہ ان زبردست طاقتوں سے جنگ نہیں کرے گا بلکہ دینِ اسلام کو زمین پر پھیلانے کے لئے وہی چمکتے ہوئے نور اس پر ظاہر ہوں گے جو موسیٰ نبی پر کوہ طور میں ظاہر ہوئے تھے پس طور سے مراد چمکدار تجلیات الٰہیہ ہیں جو معجزات اور کرامات اور خرق عادت کے طور پر ظہور میں آ رہے ہیں اور آئیں گے اور دنیا دیکھے گی کہ وہ چمک کس طرح سطح دنیا پر محیط ہو جائے گی خدا بہت پوشیدہ اور مخفی در مخفی ہے مگر جس طرح موسیٰ کے زمانہ میں ایک خوفناک تجلی اس نے ظاہر کی تھی یہاں تک کہ اس تجلی کی موسیٰ بھی برداشت نہ کر سکا غش کھا کر گر گیا اس زمانہ میں بھی وہ فوق العادت الٰہی چمک اپنا چہرہ دکھائے گی جس سے طالب حق تسلی پائیں گے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے آج سے پچیس برس پہلے مجھے مخاطب کر کے ایک عظیم الشان پیشگوئی کی ہے جو میری کتاب براہین احمدیہ میں درج ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا اور اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا ''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 397-398)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کئی اور مقامات جیسے براہین احمدیہ جلد پنجم اور حقیقۃ الوحی میں اس حدیث کے حوالہ سے کوہ طور کے پاش پاش اور ریزہ ریزہ ہونے کا ذکر کر کے اپنے دور میں زلزلے آنے کا ذکر فرمایا ہے۔ لیکن اس مضمون پر اللہ نے توفیق دی تو پھر کسی وقت قلم آزمائی ہو گی۔

زیر نظر مضمون میں مسیح موعود کے اپنی جماعت کو کوہ طور پر لے جانے کے حوالے سے گفتگو ہو رہی ہے۔ حضورؑ نے اوپر ملفوظات کے حوالہ میں کوہ طور پر جماعت کو لے جانے کے ضمن میں فرمایا کہ ہیبت حق کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے طاعون کو ایک ذریعہ اور سامان ٹھہرایا ہے۔ بڑا ہی بدقسمت ہے وہ انسان جو اس بلا اور طوفان میں بھی خدا سے نہیں ڈرتا اور اس کی آنکھوں سے آنسو نہیں نکلتے۔

آج بھی 120 سال گزرنے کے بعد ہمارا معاشرہ ایک طاعون سے نبرد آزما ہے۔ یہ طاعون بھی کروڑوں کی تعداد میں زندگیاں نگل گئی ہے اور دنیا بھر میں ایک زلزلہ کی سی کیفیت رہی ہے۔ معاشرہ کی اقدار تک ملیا میٹ ہو گئی ہیں۔ ایسی آفات لازماً ایک سبق، ایک نصیحت معاشرہ پر چھوڑ جاتی ہیں۔ ایسے وقت میں خوف خدا بھی بڑھتا ہے۔ عبادات میں اضافہ ہوتا ہے۔ صدقہ و خیرات میں زیادتی ہوتی ہے۔ استغفار، تسبیح و درود کثرت سے کیے جاتے ہیں اور آنکھیں بھی تر رہنے لگتی ہیں اور یہ کیفیت ہم نے اس دور میں اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ ہمارے ایمان میں اضافہ ہوا۔ ہمارا تقویٰ بڑھا۔ خلیفۃ المسیح اور نظام کی اطاعت میں بڑھوتری ہوئی۔ اخوت و بھائی چارہ مضبوط ہوا۔ یہ آفت ابھی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔ کسی نہ کسی طرح اپنا زور دکھلاتی رہتی ہے تا اس ہیبت خدا سے ڈرتے ہوئے زندگیوں میں بہتری لانے کی توفیق پاتے رہیں۔

اب میں اختصار کے ساتھ اصل مضمون کی طرف لوٹتے ہوئے مسیح موعود کے اپنی جماعت کو کوہ طور پر لے جانے کا ذکر کرتا ہوں۔ طور ایک پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تجلی پائی تھی۔ خدا کو دیکھا تھا۔ طور روحانی معنوں میں اس بلندی کو بھی کہتے ہیں جہاں انسان کو خدا مل جاتا ہے اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جماعت احمدیہ میں مسیح موعودؑ کو آنحضور ﷺ کا سلام پہنچا کر خلیفۃ المسیح کی اطاعت کا جوأ اپنی گردنوں میں پہن کر حقیقی معنوں میں خدا تک رسائی ہوتی ہے۔ روزنامہ الفضل آن لائن میں ہر پیر کو مکرم عابد خان کی ڈائری سے ایک ورق شائع ہوتا ہے جو اس لحاظ سے ایمانوں میں زیادتی کا موجب ہوتا ہے۔ جس میں آئے روز کسی ایسے واقعہ کا ذکر ملتا ہے کہ میں خدا کی تلاش میں تھا یا تھی مجھے کسی جگہ خدا نہیں مل رہا تھا۔ مجھے اب جماعت احمدیہ میں خدا نظر آیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے خطابات و خطبات میں ایسے واقعات کا ذکر فرماتے رہتے ہیں کہ فلاں شخص یا عورت نے خدا کی تلاش میں احمدیت قبول کر لی۔

• جہاں تک احمدیوں کا تعلق ہے ان میں ہزاروں ایسے ہیں جن کا اپنے خالق حقیقی کے ساتھ زندہ تعلق ہے۔ خدا ان سے بولتا، باتیں کرتا ہے۔ سچی خوابیں ان کو آتی ہیں۔ ان کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ جن کا ذکر خاکسار روزانہ ہی الفضل کی ڈاک میں یاد رفتگان کی صورت میں مشاہدہ کرتا ہے۔ چونکہ ہماری جماعت میں اس امر کا اظہار معیوب جانا جاتا ہے اس لیے ایسے لوگ سامنے نہیں آتے۔ وہ طور کے درخت زیتون سے تقویت بھی حاصل کرتے ہیں۔ یہ درخت اللہ تعالیٰ کی معیت، معاونت اور محبت کا درخت ہے۔

• زندہ خدا کی بات چلی ہے۔ جماعت احمدیہ کی ترقیات زندہ خدا کی تائید کی مرہون منت ہیں۔ بعض ممالک میں ہر طرف سے احمدیت پر مخالفت کی تلوار لٹک رہی ہے۔ مار دو، کچل دو اور ان کی جائیدادیں لوٹ لو کی آوازیں ہر سمت سے سنائی دے رہی ہیں۔ ان حالات میں احمدیوں کا

جوانمردی سے survive کرنا جہاں ایک معجزہ سے کم نہیں وہاں زندہ خدا کی موجودگی بھی نظر آتی ہے۔

- طور پر لے جانے سے ایک مراد یہ ہے کہ ہر احمدی اپنے اندر آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتارے۔ آپؐ کے حسین اعمال کو اپنے اندر جگہ دے تا ہر احمدی، ایک چھوٹا محمدؐ بن کر دنیا میں چمکے۔ کسی نے ہمارے لئے ہی تو کہا ہے کہ ہم زمین زاد نہ ہوتے تو ستارے ہوتے۔
- طور پر لے جانے سے ایک مراد جہاں خدا کی معرفت سے آشنائی ہے وہاں اسلامی افعال و اعمال سے دوسرے مسلمانوں سے ممتاز حیثیت رکھنا ہے۔ احمدیوں کے نیک اعمال صحابہؓ سے ملا دیتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ لاکھوں احمدیوں پر پورا اترتے ہیں۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

- ایک اور رنگ جو طور پر لے جانے کے مترادف ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کے ہر کونے پر افراتفری اور انتشار کا ماحول ہے۔ کہیں ہڑتال ہے تو کہیں ہنگامہ آرائی، کہیں اسٹرائیک ہے تو کہیں توڑ پھوڑ حتّٰی کہ مساجد سے نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد جلوس نکلتے ہیں جو معاشرہ کے سکون کو برباد کرتے رہتے ہیں۔ مگر روئے زمین پر ایک جماعت احمدیہ ہے جو ان جھمیلوں سے پاک ہے۔ نہ سٹرائیک، نہ جلوس نہ سڑکوں پر ہنگامہ آرائی۔ خلافت تلے ہم ایک ہیں اور پر امن۔ کوئی جلوس نہیں۔ ابھی حال ہی میں جلسہ سالانہ برطانیہ ہوا۔ پھر جلسہ جرمنی کے نظارے ہم نے ایم ٹی اے پر دیکھے۔ پنڈال میں خاموشی، 25ہزار سے زائد مجمع پر کوئی لڑائی جھگڑا نہیں کوئی ہنگامہ آرائی نہیں۔ ہر طرف ہر شعبہ میں اطاعت کے نمونے اور روحانی ماحول یوں لگتا ہے جیسے خدا حلول کر آیا ہو، یہی وہ طور ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں لے جانا چاہتے ہیں۔
- قرآن کریم کی ان تمام آیات جن میں حضرت موسیٰؑ اور طور سینا کا ذکر ہے کو حضرت مصلح موعودؓ کی بیان فرمودہ تفسیر کبیر میں دیکھا تو طور کے روحانی مقام کے جو معانی سامنے آئے انہیں بھی قارئین سے شیئر کرنا چاہتا ہوں۔سورۃ البقرہ میں طور کے ذکر کے ساتھ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ کے الفاظ آتے ہیں یعنی تا کہ تم تقوی اختیار کرو۔ یہ طور مقام کی بلند ترین چوٹی ہے۔ بائبل خروج باب 20 آیت 20 میں بھی خوف خدا کا ذکر ہے۔ایک جگہ لَعَلَّکُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ (النمل:8) کے الفاظ آئے ہیں کہ آسمانی کلام کے پڑھنے سے گرمائش پیدا کرنے کے لئے آگ سینکو۔

اور زیتون، من وسلوی کے ذکر میں یہ سبق پنہاں ہے کہ طور مقام پر جو روحانی پھل تمہیں ملیں گے وہ تمہیں گلنے سڑنے سے بچائیں گے۔ کیونکہ زیتون کی بھی یہ تاثیر ہے۔

اور ہاں میثاقکم کے الفاظ سے حضرت مصلح موعودؓ نے یہ بھی سبق لیا ہے کہ جو عہد بلند مقام (چبوترے) پر لیا جائے وہ دوسرے عہدوں سے نمایاں فوقیت رکھتا ہے اس لئے طور کے روحانی مقام پر براجماں ہونے پر جو عہد و پیمان کریں گے وہ نمایاں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اس بلند وارفع مقام کو سمجھنے اور اسے برقرار رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

(ابوسعید)

مساجد نمبر

الفضل آن لائن حضور انور ایدہ اللہ کی اجازت و دُعا سے جماعت احمدیہ میں تعمیر ہونے والی مساجد پر جلسہ سالانہ بھارت کے موقع پر خصوصی نمبر کی اشاعت کر رہا ہے۔ ان شاء اللہ

خاکسار نے جب دربار خلافت سے اس نیک کام کی اجازت چاہی تو حضور نے اپنے دست مبارک سے ''**اجازت ہے**'' تحریر فرما کر اجازت مرحمت فرمائی۔

پہلے فیز پر تمام ممالک اور جزائر میں جماعت احمدیہ کی جو پہلی مسجد تعمیر ہوئی۔اس کی مختصر تاریخ مع تصویر طبع کی جائے گی۔لہٰذا آپ قارئین اپنے ہاں پہلی مسجد کی تصویر مع مختصر تعارف مؤرخہ 29/اکتوبر 2022ء بروز ہفتہ تک Info@alfazlonline.org پر بھجوا کر ممنون فرماویں۔

مسجد کی تصویر صاف اور Pixel واضح ہوں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی

کَانَ اللّٰہُ مَعَکُمۡ وَاَیَّدَکُمۡ

(ایڈیٹر الفضل آن لائن)

میلاد النبیؐ کی تقریب کس نے شروع کی؟

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''وہ شخص جس نے اس کا آغاز کیا، اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ عبداللہ بن محمد بن عبداللہ قداح تھا۔جس کے پیروکار فاطمی کہلاتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس کا تعلق باطنی مذہب کے بانیوں میں سے تھا۔ باطنی مذہب یہ ہے کہ شریعت کے بعض پہلو ظاہر ہوتے ہیں، بعض چھپے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کی یہ اپنی تشریح کرتے ہیں۔ ان میں دھوکے سے مخالفین کو قتل کرنا، مارنا بھی جائز ہے اور بہت ساری چیزیں ہیں اور بے انتہا بدعات ہیں جو انہوں نے اسلام میں داخل کی ہیں اور ان ہی کے نام سے منسوب کی جاتی ہیں۔ پس سب سے پہلے جن لوگوں نے میلاد النبی ﷺ کی تقریب شروع کی وہ باطنی مذہب کے تھے اور جس طرح انہوں نے شروع کی وہ یقیناً ایک بدعت تھی۔مصر میں ان کی حکومت کا زمانہ 362 ہجری بتایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اَور بھی بہت سارے دن منائے جاتے تھے۔ یوم عاشورہ ہے۔میلاد النبیؐ تو خیر ہے ہی۔میلاد حضرت علیؓ ہے۔میلاد حضرت حسنؓ ہے۔میلاد حضرت حسینؓ ہے۔میلاد حضرت فاطمۃ الزہراؓ ہے۔ رجب کے مہینے کی پہلی رات کو مناتے ہیں۔ درمیانی رات کو مناتے ہیں۔شعبان کے مہینے کی پہلی رات مناتے ہیں۔ پھر ختم کی رات ہے۔ رمضان کے حوالے سے مختلف تقریبات ہیں اور بے تحاشا اور بھی دن ہیں جو مناتے ہیں اور انہوں نے اسلام میں بدعات پیدا کیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا مسلمانوں میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو بالکل اس کو نہیں مناتے اور عید میلاد النبیؐ کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ یہ دوسرا گروہ ہے جس نے اتنا غلو سے کام لیا کہ انتہا کر دی۔''

(خطبہ جمعہ 13 مارچ 2009ء مطبوعہ الفضل آن لائن مؤرخہ 28/ ستمبر 2022ء صفحہ 6)

جلسہ ہائے سیرت النبیؐ کی فلاسفی

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس بارہ میں رہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مولود کے دن جلسہ کرنا، کوئی تقریب منعقد کرنا منع نہیں ہے بشرطیکہ اس میں کسی بھی قسم کی بدعات نہ ہوں۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت بیان کی جائے اور اس قسم کا (پروگرام) صرف یہی نہیں کہ سال میں ایک دن ہو۔محبوب کی سیرت جب بیان کرنی ہے تو پھر سارا سال ہی مختلف وقتوں میں جلسے ہو سکتے ہیں اور کرنے چاہئیں اور یہی جماعت احمدیہ کا تعامل رہا ہے اور یہی جماعت کرتی ہے۔ اس لئے یہ کسی خاص دن کی مناسبت سے نہیں، لیکن اگر کوئی خاص دن مقرر کر بھی لیا جائے اور اس پہ جلسے کئے جائیں اور آنحضرت ﷺ کی سیرت بیان کی جائے بلکہ ہمیشہ سیرت بیان کی جاتی ہے۔ اگر اس طرح پورے ملک میں اور پوری دنیا میں ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ ہے کہ بدعات شامل نہیں ہونی چاہئیں۔ کسی قسم کے ایسے خیالات نہیں آنے چاہئیں کہ اس مجلس سے ہم نے جو برکتیں پالی ہیں ان کے بعد ہمیں کوئی اور نیکیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ بعضوں کے خیال ہوتے ہیں۔ تو نہ افراط ہو نہ تفریط ہو۔''

(خطبہ جمعہ 13 مارچ 2009ء)

مولانا سید شمشاد احمد ناصر۔مربی سلسلہ امریکہ

آنحضرتؐ کے اخلاق حسنہ و اخلاق فاضلہ

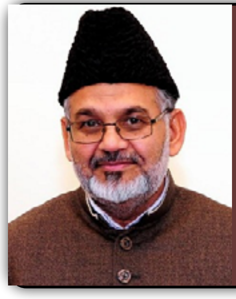

کسی نے کیا خوب کہا ہے

حسن یوسف دم عیسی ید بیضاداری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

عبداللہ بن سلام یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے اور یہودی ان کا بہت احترام کرتے تھے، انہوں نے جب پہلی بار سید نا محمد عربیؐ کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھے: ”خدا کی قسم جھوٹے کا یہ چہرہ نہیں ہوسکتا“

چنانچہ آپ رسول اللہؐ کا چہرہ دیکھ کر مسلمان ہو گئے اور انہی سے رسول اللہ کی یہ حدیث بھی مروی ہے جس میں رسول خدا نے فرمایا:

”اے لوگو! سلام کو رواج دو۔ضرورت مند کو کھانا کھلاؤ اور صلہ رحمی کرو اور اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔اگر تم ایسا کرو گے تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“

(ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ) (حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 493)

رسول کریمؐ نے اپنی بعثت کا مقصد ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ کہ میں بہترین اخلاق کی تکمیل کے لئے معبوث کیا گیا ہوں۔بلاشک وشبہ آنحضرتؐ نے مکارم اخلاق کے بہترین نمونے قائم کئے اور ہر خلق کو اس کی معراج تک پہنچایا یہی وجہ تھی کہ خدائے رب عزوجل نے بھی قرآن کریم میں آپ کے اخلاق کی اس رنگ میں گواہی دی کہ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم:5) اے نبی! یقیناً آپ عظیم الشان اخلاق فاضلہ پر قائم ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اخلاقی حالت ایک ایسی کرامت ہے جس پر کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے رسول اللہؐ کو سب سے بڑا اور قوی اعجاز اخلاق ہی کا دیا گیا۔جیسے فرمایا اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔یوں تو آنحضرتؐ ہر ایک قسم کے خوارق قوت ثبوت میں جملہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بجائے خود بڑھے ہوئے ہیں مگر آپ کے اخلاق اعجاز کا نمبر ان سب سے اول ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ نہیں بتلا سکتی اور نہ پیش کر سکے گی“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 141)

جس طرح مائیکل ہارٹ نے اپنی مشہور کتاب A Ranking Of The Most Influential Persons Of History میں 1987NY میں مصنف لکھتا ہے کہ دنیا کی مؤثر ترین شخصیات کی فہرست میں پہلے نمبر پر محمدؐ کا انتخاب کرنے پر غالباً کچھ لوگ حیران ہوں گے اور ......لیکن تاریخ انسانی میں آپ وہ تنہا شخصیت تھے جو مابہ الامتیاز مذہبی اور دنیوی سطح پر کامیاب رہے تھے۔

فاضل مصنف نے اربوں انسانوں کو جو اب تک زمین پر پیدا ہو چکے ہیں ان میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے مؤثر ترین انسان قرار دیا جس نے تاریخ انسانی میں زیادہ اور دیرپا اثر چھوڑا ہے۔ایسا اثر جس نے لوگوں کی زندگیوں کو خاص رنگ میں رنگین کیا اور دنیا کو بھی ایک خاص رنگ میں ڈھال دیا۔

(ترجمہ از انگریزی مترجم محمد زکریا ورک آف کینیڈا) (اسوہ کامل صفحہ 828)

آپ کے اخلاق فاضلہ کو احاطہ تحریر میں لانا اور ان کو شمار کرنا مجھ گنہگار کے بس کی بات نہیں اور مرے خیال میں کسی کے بھی بس کی بات نہیں۔تاہم وقت کی مناسبت سے میں چندضروری امور بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔

اللہ تعالیٰ سے محبت

سب سے اول آپ کی اللہ تعالیٰ سے محبت اس کی عبادت، نماز سے محبت اور ذکر الٰہی اور دعاؤں کی اہمیت ہے۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا یہ عالم تھا کہ کفار مکہ بھی پکار اٹھے عشق محمد ربہ۔خدا تعالیٰ کے ساتھ یہی وہ محبت تھی، یہی وہ عشق تھا کہ عین جوانی میں غارِ حرا میں جا کر آپ دن رات اسکی عبادت میں مصروف رہتے۔

نماز آپ کی روح کی غذا تھی، اگرچہ امت کی سہولت کی خاطر آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب کھانا لگ جائے تو پہلے کھانا کھالو مگر اپنا یہ حال ہے کہ جب ایک دفعہ کھانا کھا رہے تھے تو حضرت بلالؓ نے آواز دی کہ ”نماز کا وقت ہوگیا ہے“ اگلے ہی لحہ آپ نے کھانا چھوڑ دیا اور سیدھے نماز کے لئے تشریف لے گئے۔

(ابوداؤد کتاب الطہارۃ) (اسوہ انسان کامل صفحہ 57)

جنگ کی ہنگامی حالت میں بھی نماز کی حفاظت کا خاص خیال رکھتے تھے۔غزوہ بدر میں جب کفار نے آپ پر حملہ کر دیا۔آپ اپنے خیمہ میں سربسجود خدا کے حضور رو رو کر دعائیں کر رہے تھے کہ اے خدا!اگر یہ عبادت گزار تباہ ہو گئے تو کون تیری عبادت کرے گا۔دراصل آپ نے نماز اور نمازیوں کی حفاظت کے لئے ہی دعا فرمائی اور یہ جنگ دعاؤں کے ذریعہ ہی جیتی گئی۔

نماز سے ایسی محبت کا عالم تھا کہ جس بیماری سے آپ فوت ہوئے ہیں اس سے تھوڑا سا پہلے جب بیماری سے افاقہ ہوا تو اسی کمزوری کی حالت میں دوصحابہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اور سہارا لیکر مسجد میں نماز کے لئے پہنچے اور حالت یہ تھی کہ کمزوری سے پاؤں زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے۔دنیا میں آپ کی آخری خوشی بھی نماز ہی تھی جس دن آپ کی وفات ہوئی ہے اس دن فجر کی نماز کے وقت اپنے حجرے کا پردہ اٹھا کر دیکھا تو صحابہ عبادت میں مشغول تھے۔اپنے غلاموں کو نماز میں دیکھ کر آپ کا دل خوشی سے بھر گیا اور چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی۔

(بخاری کتاب الاذان) (اسوہ کامل صفحہ 60)

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے ہاں آپ کی باری تھی۔اور یہ باری نویں دن آتی تھی، موسم سرما کی رات تھی بستر پر لیٹ جانے کے بعد حضرت عائشہ سے فرماتے ہیں کہ عائشہ!”اگر اجازت دو تو آج رات میں اپنے رب کی عبادت میں گزار دوں۔وہ بخوشی اجازت دیتی ہیں اور آپ ساری رات عبادت میں روتے روتے سجدہ گاہ تر کر دیتے ہیں۔“

(انسان کامل صفحہ 69)

آپ نے اپنی آخری بیماری اور وفات کے وقت جو کچھ مسلمانوں کو وصیت فرمائی تھی وہ یہ تھی کہاالصّلوۃُ اَلصّلوۃُ.........اے لوگو!اے مسلمانو! نماز کی حفاظت کا خاص خیال رکھنا۔

پھر اسی وجہ سے آپ نے مسلمانوں کو نماز کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ نماز باجماعت کا 27 گناہ زیادہ ثواب ہے اور فرمایاقُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

قبولیت دعا

جہاں آپ کو عبادت کا شغف تھا۔وہاں مسلمانوں کو بھی آپ نے اس بات کی ترغیب دلائی کہ خدا تعالیٰ سے دعائیں کریں۔خواہ وہ دینی امر سے متعلق ہوں یا دنیوی امر سے اس کا تعلق ہو۔ہر حال میں خدا تعالیٰ سے مدد مانگنا اس کے در پر جھکنا اور اس سے تعلق جوڑنا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ تنگی کے وقت اس کی دعائیں سنے اسے چاہئے کہ حالت آرام میں بھی دعائیں کریں۔آپ نے مسلمانوں کو ہر موقع کی دعائیں سکھائیں۔اور ذکر الٰہی کے لئے آداب اور طریق سکھائے۔

آپ کی قبولیت دعا کے صرف دو واقعات ہی بیان کرسکوں گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ مشرکہ تھیں۔اور حضرت ابوہریرہ اپنی والدہ کو بار بار اسلام کی تبلیغ کرتے تھے لیکن ان کی والدہ نہ صرف انکار کرتیں بلکہ رسول خدا کو بھی لعن طعن کرتیں۔ایک دفعہ آپ اپنی والدہ کو تبلیغ کر کے اسلام کا پیغام پہنچا رہے تھے تو ان کی والدہ نے رسول خدا کو گالیاں دینا شروع کیں اور آپ کی شان میں بہت بدزبانی کی۔جس سے حضرت ابوہریرہ کا دل چھلنی ہو گیا آپ روتے روتے حضورؐ کی خدمت اقدس میں پہنچے اور اپنی والدہ کے لئے دعا کی درخواست کی۔

آنحضرتؐ نے اسی وقت آپ کی والدہ کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ گھر جاؤ!

چنانچہ آپ گھر آئے تو دروازہ بند تھا۔آپ نے کھٹکھٹایا تو والدہ نے جواب دیا کہ انتظار کرو۔تھوڑی دیر کے بعد والدہ نے دروازہ کھولا تو بتایا کہ میں غسل کر رہی تھی، میں پاک صاف ہو رہی تھی تا کہ اسلام قبول کروں اور اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ کر مسلمان ہوگئیں۔یہ آنحضرتؐ کی دعا کا نتیجہ تھا۔

دوسرا واقعہ حضرت عمرؓ کی قبولیت اسلام کا ہے۔حضرت عمرؓ بھی قریش کے سرداروں میں سے بڑے بارعب اور پر اثر شخصیت تھے۔جب آنحضرتؐ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو حضرت عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو حضورؐ اور آپ کے صحابہ کو تکالیف پہنچاتے تھے۔اور جن غلاموں نے اسلام قبول کر لیا تھا انہیں بھی بڑی سخت قسم کی ایذائیں دیتے تھے۔ان کے قبول اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن گھر سے تلوار لیکر نکلے کہ میں آج محمدؐ کو قتل کر دوں گا۔راستہ میں کسی نے دیکھ لیا تو پوچھا عمر کدھر کا ارادہ ہے؟ عمرنے بتایا کہ میں محمد سے تنگ آچکا ہوں انہیں قتل کرنے جا رہا ہوں۔چنانچہ اس شخص نے کہا کہ پہلے تم اپنے گھر کی خبر تو لو تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں اسلام اختیار کر چکے ہیں۔چنانچہ آپ سیدھے بہن کے گھر آئے اور دروازہ ہی میں سے تلاوت قرآن ان کے گھر سن لی۔اندر گئے تو بہن سے پوچھا کہ کیا ہو رہا تھا۔اور ساتھ ہی بہن اور بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا۔بہن نے بڑے زور دار الفاظ میں کہا عمر ہمیں قتل کرنا چاہتے ہو تو کرلو بخدا اسلام اور محمد رسول اللہؐ کی محبت جو دل میں گڑھ چکی ہے وہ اب نکلنے والی نہیں۔

بس بہن کے ان الفاظ نے جادو کا سا اثر کیا اور کہنے لگے کہ مجھے بھی قرآن سناؤ۔بس پھر کیا تھا وہاں سے سیدھے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب رسول خدا نے پوچھا عمر کیسے آنا ہوا؟ حضرت عمرنے جواب دیا اسلام لانے کے لئے۔فضا اس وقت اللہ اکبر

بقیہ صفحہ 13 پر

جاوید اقبال ناصر۔ مبلغ سلسلہ جرمنی

قرابت داروں کا سہارا، ہمارا پیارا نبیؐ

اللہ تعالیٰ اُس انسان سے پیار و محبت کرنے لگ جاتا ہے اور اُس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ جو اس کے محبوب رسول محمد ﷺ سے پیار و محبت کا سلوک کرتا ہے۔ اُس کی باتوں کو مانتا اور اُس سے عقیدت و احترام سے پیش آتا ہے۔ جیسا کی فرمایا قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ (آل عمران:32) تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ ایک اور جگہ تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا حق مومنین پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ عزیز رکھا ہے جیسا کہ فرمایا اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ (الاحزاب:7) یعنی نبی مومنوں پر اُن کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سب عزیزوں اور رشتہ داروں نے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ سے پیار و محبت کرنے کی تلقین کی۔ اور نہ کرنے والوں کو انذار بھی کیا ہے جیسا کہ فرمایا: قُلۡ اِنۡ کَانَ اٰبَآؤُکُمۡ وَ اَبۡنَآؤُکُمۡ وَ اِخۡوَانُکُمۡ وَ اَزۡوَاجُکُمۡ وَ عَشِیۡرَتُکُمۡ وَ اَمۡوَالُ ۣ اقۡتَرَفۡتُمُوۡہَا وَ تِجَارَۃٌ تَخۡشَوۡنَ کَسَادَہَا وَ مَسٰکِنُ تَرۡضَوۡنَہَاۤ اَحَبَّ اِلَیۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ جِہَادٍ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰہُ بِاَمۡرِہٖ (توبہ:24) یعنی تو کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہارے اَزواج اور تمہارے قبیلے اور وہ اموال جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس میں گھاٹے کا خوف رکھتے ہو اور وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ پیارے ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ لے آئے۔

اللہ تعالیٰ نے اِس قدر پیار و اُلفت اور عشق و محبت کرنے کا اظہار کیوں اپنے محبوب رسول محمد ﷺ سے کیا؟ اِسی لیے کہ آپ ﷺ خالق و مالک کی مخلوق کے ساتھ شفقت و اُلفت کا سلوک رکھتے تھے اور ان الفاظ کی آپؐ خود بھی عملی تصویر تھے جو آپؐ نے کہے: ''تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی عیال ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات میں سے وہ شخص سب سے زیادہ پسند ہے جو اس کی عیال (یعنی مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے''۔ آپ ﷺ اِس قدر پیار و محبت اور اُنس مخلوقِ خدا سے رکھتے جس کی مثال کسی اور وجود میں نظر نہیں آتی۔ ویسے تو دُنیا کی ساری مخلوق آپ ﷺ کے زیر بارِ احسان وکرم کی ممنون ہے۔ لیکن سب سے زیادہ مرہونِ منت وشکر گزار آپ ﷺ کے وہ قرابت دار اور عزیز نظر آتے ہیں جو آپ ﷺ کے گھر رہتے تھے یا آپؐ کے ہاں آنا جانا تھا۔ کوئی بھی تو آپؐ کی شفقت و محبت، پیار و پریت، کرم و پریم سے محروم نہ تھا۔ اس بارے میں آپؐ کی تعلیمات اور ہدایات کا مخزن اس قدر ہے کہ اُس کا اندازہ لگانا ایک مشکل اَمر ہے۔ قرآن کریم کی بتائی ہوئی تعلیمات، آنحضرت ﷺ کے اقوال و اعمال جو آپؐ کے ذریعہ ہم تک پہنچے۔ ان میں قرابت داروں، عزیزوں، رشتہ داروں، پیاروں اور اپنوں کے حقوق کے بارے میں ایک وسیع خزانہ موجود ہے۔ جہاں والدین اور والدین کے رشتہ داروں کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ وہاں پر بیویوں اور اُن کے قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید و تعلیم کے ساتھ اُن کے ناز و نخروں کو برداشت کرنا ایک محبوب و پیارا عمل قرار دیا گیا ہے۔ بہن بھائیوں کے ساتھ پیار و محبت اور احسان کا سلوک کرنا ضروری اور واجب فریضہ سمجھا گیا ہے۔ اپنے بیٹوں، بیٹیوں اور داماد کے ساتھ پیار و محبت کرنے کا سلوک بھی آپؐ کی تعلیم اور عمل سے خوب واضح ہوتا ہے۔ گھر کے ملازم ہوں یا آپ ﷺ کے نواسے سب آپؐ کے عشق و محبت کے اسیر نظر آتے ہیں۔

والدین اور قرابت داروں سے محبت

چنانچہ قرآن کریم والدین اور قرابت داروں کے ساتھ احسان اور مروت کے ساتھ برتاؤ کرنے کے بارے ارشاد فرماتا ہے۔ وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّ بِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ الۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡجَارِ الۡجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ (النساء:37) اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ وَ اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی (النحل:91) کہہ کر قرابت داروں کے ساتھ عدل و احسان کے ساتھ سلوک کرنے کا الٰہی حکم آپؐ کے ذریعہ بنی نوع انسان نے سنا۔ اور وَ اٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنَ (البقرہ:178) کا حکم قرآن کریم کے ذریعہ آپ ﷺ نے دُنیا کو دیا اور بتایا کہ اپنے مال سے محبت ہونے کے باوجود اپنے اقرباء، یتیموں اور مسکینوں کو نہیں بھولنا بلکہ مال کی محبت سے زیادہ ان سے محبت کرنی ہے اور مال ان پر بھی خرچ کرنا ہے۔ ایک اور فرمان میں آپؐ نے یہاں تک فرمایا کہ اگر ایک انسان اپنی کمائی سے اپنے گھر والوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے خرچ کرتا ہے۔ تو یہ عمل اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو صدقہ میں شمار کر لیتا ہے جیسا کہ فرمایا: إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا أَنْفَقَ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً (صحیح مسلم، کِتَاب الزَّکَاۃِ، باب فَضْلِ النَّفَقَةِ وَالصَّدَقَةِ عَلَى الأَقْرَبِينَ، حدیث نمبر 2322) مسلمان جو مال بھی اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے۔ قرابت داری کا آپؐ نے اس قدر خیال رکھنے کی تاکید فرمائی کہ اُن پر خرچ کیا گیا مال کا اجر دوگناہ قرار دیا۔ فرمایا ''ایک ثواب تو قرابت والوں کے ساتھ حسن سلوک کا اور دوسرا صدقہ کا''۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک لونڈی آزاد کی اور اس کا ذکر رسول ﷺ سے کیا تو آپؐ نے فرمایا لَوْ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ (صحیح مسلم، کِتَاب الزَّکَاۃِ باب فَضْلِ النَّفَقَةِ وَالصَّدَقَةِ عَلَى الأَقْرَبِينَ، حدیث نمبر 2317) اگر تم اس کو اپنے ماموں کے دے دیتی تو زیادہ ثواب ملتا۔ والدین کا آپؐ نے اس قدر مقام و مرتبہ بیان فرمایا کہ اُن کی نافرمانی کو کبیرہ گناہ قرار دیا۔ ایک مقام پر فرمایا اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ (سنن ابن ماجہ، بَابُ الرَّجُلِ يَأْمُرُهُ أَبُوهُ بِطَلَاقِ امْرَأَتِهِ، حدیث نمبر 2089) باپ جنت کا بہترین دروازہ ہے۔ اور یوں بھی فرمایا: هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ تمہارے والدین تمہاری جنت اور دوزخ ہیں۔ یعنی ان کی خدمت ہی کے نتیجہ میں تم جنت کے وارث بن سکتے یا جہنم سے دور ہو سکتے ہو۔ رضاعی عزیزوں کے ساتھ اُلفت و پیار بھی آپؐ کے وجود میں نظر آتا ہے۔ ایک بار حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپؐ کے رضاعی والد آئے۔ آپؐ نے ان کے بیٹھنے کے لیے چادر کا ایک پلّو بچھا دیا۔ پھر آپؐ کی رضاعی ماں آئی تو آپؐ نے دوسرا پلّو بھی بچھا دیا۔ اور جب رضاعی بھائی کو آتے دیکھا تو آپؐ اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور اُن کی نازک مزاجی و نزاکت کا اندازہ آپؐ کے ان الفاظ سے خوب روشن ہوتا ہے۔ جب آپؐ نے ایک صحابی کو تیز اونٹ بھگاتے دیکھا جن پر عورتیں سوار تھیں، تو فرمایا: اونٹوں کو آہستہ ہانکو! دیکھتے نہیں یہ نازک شیشے ہیں، کہیں یہ ٹوٹ نہ جائیں۔ آپؐ کے ارشاد کے مطابق اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کو پیار سے پانی پلاتا ہے تو وہ بھی اجر کا مستحق ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمایا ''جب کوئی اپنی بیوی کو پانی پلاتا ہے تو اسے بھی اجر و ثواب ملتا ہے''۔ حضرت اسامہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ مکہ میں آئیں اور حضور ﷺ سے قحط اور مویشیوں کی ہلاکت کا ذکر کیا۔ تو حضور ﷺ نے رضاعی ماں کو چالیس بکریاں اور ایک اونٹ مال سے لدا ہوا دیا۔

بیویوں سے حسن سلوک

اپنی ازواج کے ساتھ تو آپؐ کا پیار و محبت بے مثال تھا۔ لیکن ان کی سہیلیاں بھی اِن شفقتوں سے محروم نہ تھیں۔ روایات میں آتا ہے کہ آپؐ کا یہ دستور تھا کہ گھر میں جب کبھی کوئی جانور ذبح کرتے تو اس کا گوشت حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھی بھجوانے کی تاکید فرماتے۔ حضرت عائشہؓ کی تعریف و فضیلت اس طرح کرتے جس طرح کرنے کا حق تھا۔ فرماتے۔ ''عائشہؓ کو دوسری عورتوں پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح تمام کھانوں پر ثرید کو''۔ (ثرید عرب کا ایک مشہور کھانا تھا جو کہ گوشت اور میدہ وغیرہ ڈال کر تیار کیا جاتا تھا اور بہت پسندیدہ ہوتا تھا)۔ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے محبت اور اسوہ کی ایک مثال اپنی بیوی کے ساتھ اس طرح بھی بیان کی جاتی ہے۔ روایت ہے کہ ایک دن حضرت عائشہؓ گھر میں آنحضرت ﷺ سے اُونچی آواز میں بول رہی تھیں کہ اُدھر سے ان کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لے آئے۔ اُن سے یہ برداشت نہ ہوسکا اور اپنی بیٹی کو مارنے کے لیے آگے بڑھے۔ آنحضرت ﷺ باپ اور بیٹی کے درمیان حائل ہو گئے اور حضرت عائشہؓ کو سزا سے بچا لیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ چلے گئے تو رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے ازراہِ مذاق فرمایا۔ ''دیکھا! آج میں نے تمہیں تمہارے ابّو سے کیسے بچایا'' (سنن ابی داود کِتَاب الۡاَدَبِ، باب مَا جَاءَ فِي الْمِزَاحِ، حدیث نمبر 4999) اس طرح آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو سزا سے بچانے کے ساتھ ساتھ مذاق کر کے اُن کی طبیعت کے بوجھل پن کو بھی دُور فرمایا۔ بچوں کے ساتھ شفقتوں کی مثالیں تو بہت ہیں۔ لکھا ہے کہ حضورؐ نہ صرف اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ کو بہت عزیز رکھتے تھے بلکہ ان کے بیٹے اسامہؓ سے بھی بہت پیار کرتے۔ اور اپنے بچوں کی طرح اسے رکھتے۔ حضور ﷺ اپنے نواسے حسینؓ کو ایک پہلو پر بٹھا لیتے اور اسامہؓ کو دوسرے پر اور دونوں کو سینہ سے لگا کر بھینچتے اور فرماتے ''اے اللہ! میں ان سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کیجیو''۔ (صحیح البخاری، بَابُ ذِكْرُ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، حدیث نمبر 3735) حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے کئی دفعہ ابوامامہ بنت زینبؓ جو کہ آپؐ کی نواسی تھی کو اٹھا لیتے۔ اور جب آپؐ سجدہ میں جاتے تو اس کو زمین پر بٹھا دیتے۔

بھائیوں سے پیار

بھائیوں کے ساتھ میل میلاپ اور محبت و سلوک کرنے کی بھی آپؐ

تاکید فرمایا کرتے تھے۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ’’ایک شخص اپنے بھائی کی ملاقات کے لیے کسی دوسرے گاؤں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ کو مامور کر دیا۔ جب وہ وہاں سے گزرا تو فرشتے نے اس سے پوچھا کہاں جارہے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ اس گاؤں میں میرا ایک بھائی رہتا ہے میں اس سے ملنے جارہا ہوں۔فرشتے نے دریافت کیا؟ کیا اس کا تجھ پر کوئی احسان ہے ؟ جس کو اتارنے کے لیے اُس کی طرف رواں دواں ہو۔ وہ شخص بولا نہیں! کوئی احسان اُس کا مجھ پر نہیں! صرف اللہ تعالیٰ کے لیے میں اس سے محبت و چاہت کرتا ہوں اور ملنے جاتاہوں۔ اس پر فرشتہ بولا! میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور تجھے یہ بتانے آیا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے جیسے تو اُس سے محبت کرتا ہے۔‘‘ یہ بھی آپؐ کا ہی فرمان ہے جس میں آپؐ نے فرمایا مَنْ أَشَارَعَلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ لَعَنَتْهُ الْمَلَائِكَةُ (سنن ترمذی،باب مَا جَاءَ فِي إِشَارَةِ الْمُسْلِمِ إِلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ، حدیث نمبر 2162) جو شخص اپنے بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ کرے تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ بھائی کے جذبات کا خیال رکھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: ’’تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے، اور نہ ہی اُس کی شادی کے پیغام پر اپنا پیغام بھیجے‘‘۔ (سنن نسائی،بَابُ النَّهْيِ أَنْ يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، حدیث نمبر 3241) ایک اور جگہ فرمایا إِذَا دَعَا الرَّجُلُ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ، قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ، آمِينَ وَلَكَ بِمِثْلٍ (سنن ابی داود،باب الدُّعَاءِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ، حدیث نمبر 1534) یعنی جب کوئی شخص اپنے بھائی کے لیے اُس کی غیر موجوگی میں دعا کرتا ہے۔ تو فرشتے آمین کہتے ہیں اور التجا کرتے تیرے لیے بھی ایسا ہی ہو۔آپؐ نے بیمار بھائی کی عیادت کرنے کو بھی ایک مقبول عمل قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا ’’جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے جائے اُس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ وہ جنت کے کھجور کے باغ میں چل رہا ہے یہاں تک کہ وہ بیٹھ جائے۔ جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو رحمت خداوندی اس کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اگر صبح کے وقت وہ عیادت کے لیے جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اور اگر شام کے وقت گیا ہو تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لیے دعا کرتے ہیں‘‘۔حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ’’تیرا اپنے بھائی کے ساتھ مسکرا کر پیش آنا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا صدقہ ہے۔غیر آباد زمین میں کسی آدمی کی راہنمائی کرنا، کمزور نظر والے آدمی کو رستہ دکھانا بھی صدقہ ہے۔اسی طرح راستے سے پتھر، کانٹا اور ہڈی وغیرہ کا دُور کرنا اور اپنے ڈول کا پانی کسی بھائی کے ڈول میں ڈالنا بھی صدقہ ہے‘‘

بیٹیوں سے پیار

بیٹی کو بھی حضور پاک ﷺ نے ایک خاص مقام و مرتبے سے نوازا۔ اپنی بیٹی فاطمہ کے بارے میں فرمایا فَإِنَّهَا بَضْعَةٌ مِنِّي يَرِيبُنِي مَا رَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا (صحیح البخاری، کِتَاب النِّكَاحِ، بَابُ ذَبِّ الرَّجُلِ عَنِ ابْنَتِهِ، حدیث نمبر 5230) میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے مجھے وہ چیز بری لگتی ہے جو اسے بری لگے اور مجھے تکلیف دیتی ہے وہ چیز جو اسے تکلیف پہنچائے۔حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات کو ہمارے گھر تشریف لائے۔ اور مجھے اور فاطمہ کو تہجد کے لیے بیدار کیا۔ پھر آپؐ اپنے گھر تشریف لے گئے اور کچھ دیر نوافل ادا کیے۔ اس دوران ہمارے اٹھنے کی کوئی آہٹ وغیرہ محسوس نہ کی تو دوبارہ تشریف لائے اور ہمیں جگایا اور فرمایا اٹھو اور نماز پڑھو۔حضرت علیؓ کہتے ہیں میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھا اور کہا خدا کی قسم! جو نماز ہمارے لیے مقدر ہے ہم وہی پڑھ سکتے ہیں۔ ہماری جانیں اللہ کے قبضے میں ہیں وہ جب چاہے ہمیں اٹھا دے۔ رسول کریم ﷺ واپس لوٹے۔ آپؐ نے تعجب سے اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے میرا ہی فقرہ دہرایا کہ ہم کوئی نماز نہیں پڑھ سکتے سوائے اس کے جو ہمارے لیے مقدر ہے پھر آپؐ نے اس آیت تلاوت کی وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (الکھف:55) کہ انسان اکثر باتوں میں بحث کرنے والا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا ’’جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی رہائش کا مناسب بندوبست کرتا ہے، رحمدلی سے پیش آتا ہے اور ان کی تربیت کا خیال رکھے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔آپؐ سے پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر دو بیٹیاں ہوں تو؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں اگرچہ دو ہوں تب بھی۔ پھر آپؐ سے ایک بیٹی کے بارے میں دریافت کیا گیا؟ تو آپؐ نے فرمایا! ہاں اگرچہ ایک ہی ہو۔ بیٹی کی شادی کرنے سے قبل اُس سے دریافت کرنا آپ ﷺ نے لازمی قرار دیا جیسا کہ فرمایا إِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ يُزَوِّجَ ابْنَتَهُ فَلْيَسْتَأْذِنْهَا یعنی جب کوئی آدمی اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہے تو پہلے اس سے اجازت لے۔

خسر اور چچا سے حسن سلوک

نبی پاک ﷺ اپنے خسر حضرت ابو بکرؓ کی ہمیشہ عزت کرتے اور فرمایا کرتے تھے: ’’کوئی بھی نہیں جو مجھ پر ابو بکر کی نسبت زیادہ احسان کرنے والا ہو۔ انہوں نے اپنی جان و مال کو مجھ پر نچھاور کیا اور اپنی بیٹی عائشہؓ کی مجھ سے شادی بھی کی‘‘ آپؐ نے چچا کو بھی ایک خاص مقام و مرتبہ دیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عباسؓ جو کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے۔ آپؐ کے پاس تشریف لائے۔ آپؐ کھڑے ہو گئے، اُن کی پیشانی پر بوسہ دیا اور انہیں اپنی دائیں جانب بٹھایا اور آپ کا تعارف کرواتے ہوئے آنحضورؐ نے آپ کی کچھ تعریف کی۔ اس پر حضرت عباسؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اتنی تعریف نہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایسے کیوں نہ کہوں؟ اور فرمایا أَنْتَ عَمِّيْ وَبَقِيَّةُ آبَائِيْ وَالْعَمُّ وَالِدٌ آپؓ میرے چچا ہیں، میرے آباو اجداد کی نشانی ہیں اور چچا تو باپ ہی ہوتا ہے ’’حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْعَبَّاسُ عَمُّ رَسُولِ اللّٰهِ، وَإِنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ (سنن ترمذی، باب مَنَاقِبِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، حدیث نمبر 3761) حضرت عباسؓ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں اور یقیناً آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے۔حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ میرے رضاعی چچا میرے پاس تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اُن کو اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے، تو میں نے عرض کی کہ میرے رضاعی چچا جان میرے پاس آئے تھے اور اندر آنے کی اجازت طلب کرتے تھے۔لیکن میں نے انکار کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا: ’’تیرا چچاؓ تیرے پاس آسکتا ہے‘‘۔ میں نے کہا: مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے، مرد نے نہیں! آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا ’’وہ تمہارا چچا ہے اور تمہارے پاس آسکتا ہے‘‘۔سعد بن ابی وقاص قبیلہ بنی زہرہ کے ایک فرد تھے اور نبی اکرم ﷺ کی والدہ محترمہ کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔ اس لیے آنحضرت ﷺ ان سے پیار اور عقیدت رکھتے تھے۔ آپؐ نے ان کے بارے میں فرمایا: هَذَا خَالِي فَلْيُرِنِي امْرُؤٌ خَالَهُ یہ میرے ماموں ہیں، کوئی ہے جو مجھے اس جیسا اپنا ماموں دیکھائے۔

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیفؓ سے مروری ہے کہ ’’ایک شخص نے دوسرے کو تیر مارا جس سے وہ مر گیا۔ اس شخص کا اس کے ماموں کے علاوہ کوئی اور وارث نہیں تھا۔ ابوعبیدہ بن جراحؓ نے یہ واقعہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں لکھا۔حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں انہیں لکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ، وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ یعنی جس کا کوئی مولیٰ نہیں اس کا مولیٰ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہیں، اور جو لاواث ہے اس کا وارث اس کے ماموں ہے۔آپؐ نے پھوپھی، بھتیجی، خالہ اور بھانجی کے جذبات اور مقدس رشتہ کی بھی قدر کی، جب آپؐ نے دُنیا کے سامنے یہ اعلان کیا کہ ’’ہر شخص کے لیے منع ہے کہ وہ بھتیجی اور پھوپھی، خالہ اور بھانجی کو ایک ساتھ جمع کرے (یعنی ایک ساتھ نکاح میں رکھے)‘‘ ایک اور جگہ یوں آتا ہے: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا، وَالْعَمَّةُ عَلَى بِنْتِ أَخِيهَا یعنی رسول کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی کی موجودگی میں، اور پھوپھی سے اس کی بھتیجی کی موجودگی میں نکاح کیا جائے۔ اسی طرح خالہ کو بھی آپؐ نے ماں کا ہی درجہ دیا اور ارشاد فرمایا فَإِنَّ الْخَالَةَ أُمٌّ خالہ تو ماں ہی ہوتی ہے۔

ہمارے پیارے آقا آنحضرت ﷺ اس قدر پیار کا سلوک اقرباء کے ساتھ کیا کرتے تھے کہ بعض اوقات آپؐ کے پیاروں کو بھی اس کا اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا تھا کہ کون سا وجود آپؐ کو زیادہ پیارا اور محبوب ہے۔ جیسا کہ حضرت محمد بن اسامہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جعفر، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ایک جگہ جمع تھے۔حضرت جعفرؓ نے کہا: میں نبی کریم ﷺ کو تم سے زیادہ محبوب ہوں۔ حضرت زیدؓ نے کہا: نہیں! میں نبی پاک ﷺ کو تم دونوں سے زیادہ پیارا ہوں۔ انہوں نے کہا: چلو! رسول اللہ ﷺ کے پاس جاکر دریافت کرتے ہیں۔حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں۔ وہ دونوں آپؐ کے پاس آئے اور اجازت طلب کی۔ آپؐ نے مجھے فرمایا: دیکھو کون آیا ہے؟ میں نے عرض کی! جعفر، علی اور زید ہیں۔ آپ ﷺ نے اُن کو اندر آنے کی اجازت عنایت فرمائی۔ وہ اندر آئے اور انہوں آپؐ سے پوچھا؟ اے اللہ کے رسولؐ آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپؐ نے جواب دیا: فاطمہ! انہوں پھر سوال کیا؟ ہم مردوں کے بارے میں آپؐ سے سوال کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: جعفر تم! کیونکہ تمہارے اخلاق میرے اخلاق کے ساتھ اور تمہاری جسمانی ساخت میری جسمانی ساخت سے ملتی جلتی ہے اور تم مجھ سے اور میرے نسب میں سے ہو۔علیؓ کو فرمایا! تم میرے داماد ہو اور میرے بچّوں (حسنؓ و حسینؓ) کے باپ ہو۔تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ اور زیدؓ کو کہا! تم میرے دوست ہو، تم مجھ سے ہو، میں تمہارا ذمہ دار ہوں اور تم لوگوں مجھے میں سب سے زیادہ محبوب ہو‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں: ’’اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 119)

اپنی ایک کتاب اتمام الحجۃ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی پاک ﷺ کی مدح میں یوں مداح سَرا ہیں:

’’وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُرزور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا۔۔۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔۔۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ‘‘۔ آمین۔

(اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

ترصد عنایت مہر۔ ہالینڈ

رسول کریمؐ کا دشمنوں سے حسن سلوک

اللہ تعالیٰ اپنی مقدس کتاب قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾

(الانبیاء: 108)

ترجمہ: اور ہم نے تجھے دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اب اس آیت سے واضح ہے کہ آپؐ کا مبارک وجود صرف آپؐ کے ماننے والوں کے لئے ہی رحمت نہیں تھا بلکہ ہر ایک کے لئے رحمت تھا اس میں مسلمان غیر مسلم سب شامل تھے حتی کہ آپؐ کے دشمن بھی شامل تھے اس کا عملی مظاہرہ ہمیں آپ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں نظر آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپؐ نے سفاہت کا مقابلہ سفاہت سے نہیں اور ظلم کا بدلہ ظلم سے نہیں لیا بلکہ انتہا درجہ کا کمال صبر کیا اور اپنا معاملہ اپنے بھیجنے والے پیارے خدا پہ چھوڑ دیا بلکہ اسوقت کے مسلمانوں کو بھی تلقین کی کہ صبر سے کام لیں آپؐ نے مکی زندگی میں کیسے صبر کا مظاہرہ کیا اور اپنے دشمنوں سے کیسا سلوک کیا اس کی مثالیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

سیرت خاتم النبیین میں لکھا ہے:

’’قریش نے مکہ کے اوباشوں اور خودسر لوگوں کو اکسایا کہ جسطرح بھی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنگ کرتے رہیں چنانچہ اس انگیخت میں آکر شہر مکہ کے آوارہ مزاج لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپؐ کے سامنے بھی اور پیچھے بھی طرح طرح کی بکواس کرتے جس کی غرض سوائے دل دکھانے کے اور اشتعال پیدا کرنے اور فساد برپا کرنے کے کچھ نہ تھی جو لوگ آپؐ کے پڑوس میں رہا کرتے تھے ان کا معمول تھا کہ آپؐ کے گھر پتھر پھینکتے گھر کے اندر گندی اور بدبودار چیزیں رکھ دیتے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چیزوں کیوجہ سے کوئی تکلیف پہنچتی تو خوش ہو کر ہنستے اور قہقہے لگاتے ایک دفعہ ایک شخص نے نہایت گندی اور متعفن چیز آپؐ کے گھر پھینک دی آپؐ خود اسے اٹھا کر باہر لائے اور فرمایا:

’’اے عبد مناف! یہ تم اچھا ہمسائیگی کا حق ادا کرتے ہو۔‘‘

(سیرت خاتم النبیین صفحہ 162)

اب اس واقعہ میں دیکھیں کہ کیسا اپنے دشمنوں سے حسن سلوک ہے دشمن گندی اور متعفن چیزیں گھر میں پھینک رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکل کر کوئی لڑائی نہیں کی کوئی ہنگامہ نہیں کیا کوئی فساد برپا نہیں کیا کیونکہ آپؐ کو یقین تھا کہ آپؐ کو خدائے بزرگ و برتر نے رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ بنا کر بھیجا ہے اور جو سراپا رحمت ہو وہ ہنگامے اور فساد نہیں کیا کرتا وہ ظلم کا بدلہ ظلم سے نہیں لیا کرتا آپؐ نے صبر کا اعلیٰ نمونہ دکھایا اور تکلیف دینے والوں کو صرف باہر آکر یہ کہا اے بنو عبد مناف! یہ تم اچھا ہمسائیگی کا حق ادا کرتے ہو یہ ہمارے پیارے نبی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی بلند شان ہے کہ ایسا حسن سلوک کیا۔

دوسرا واقعہ بھی بہت ہی پیارا اور ایمان افروز ہے سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے صفحہ نمبر 162 پہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مذمم یعنی بدنام اور مذمت شدہ کہہ کر پکارا جائے چنانچہ کچھ عرصہ تک مکہ میں اس نام کا چرچا رہا اور قریش کو اتنی شرم نہ آئی کہ جس کو دعوی نبوت سے پہلے آمین کہہ کر پکارتے رہے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب انکے اس فعل کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ میرا نام تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور جس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو وہ مذمم کیسے ہوسکتا ہے دیکھو خدا مجھے ان کی گالیوں سے کیسے محفوظ رکھتا ہے‘‘

اس واقعہ میں آجکل کے نام نہاد علماء کے لئے بھی ایک گہرا سبق ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ کچھ بدبخت آج بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہیں کبھی خاکے بناتے ہیں اور کبھی کسے اور طرح کی گستاخی کا مرتکب ہوتے ہیں اور انکے مقاصد صرف یہ ہوتے ہیں کہ فساد اور شر پھیلے امن خراب ہو اور مسلمان اشتعال میں آئیں ہمارے مسلمان بھائی ایسے وقتوں میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک اسوہ بھول جاتے ہیں کہ آپؐ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا گستاخی کرنیوالوں سے کیسا انتقام لیا جو گندی اور متعفن چیزیں پھینک جاتے تھے جو آپؐ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے نعوذ باللہ مذمم کہتے تھے کیا یہ گستاخی نہیں تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان گستاخیوں کا کیسا جواب دیتے ہیں اپنے دشمنوں سے حسن سلوک کرتے ہیں اور فرماتے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو وہ مذمم کیسے ہوسکتا ہے افسوس صد افسوس ہے کہ آج کے مسلمان آپؐ کا یہ پاک نمونہ بھول چکے ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ کامل فراموش کر چکے ہیں بدبخت گستاخی کرتے ہیں تو مسلمان جوش میں آجاتے ہیں اور جوش میں آکر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں اور فتوے جاری ہوتے ہیں کہ گستاخی کرنے والے کو قتل کر دیا جائے سڑکیں بلاک کر دی جاتی ہیں ہڑتالیں کی جاتی ہیں توڑ پھوڑ شروع ہو جاتی ہے میرے پیارے بنی محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے موقعوں پہ کامل نمونہ ہمارے سامنے ہے آج پھر ہم نے اسی کامل نمونے کو سامنے رکھنا ہے جو آج سے چودہ سو سال قبل ہمارے آقا دو جہاں محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے گستاخی کرنیوالوں کے ساتھ روا رکھا تھا آج وہی برتاؤ ہم نے آپؐ کے موجودہ دور کے دشمنوں سے کرنا ہے جو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ جماعت احمدیہ مسلمہ خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اقتدا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے کر رہی ہے جہاں تک گستاخی کرنے والوں کی بات ہے تو یہ قرآن پاک کی پیشگوئی ہے کہ ظالم ایسی حرکتیں کرتے رہیں گے جن سے تمہیں دکھ پہنچتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور ان سے جو مشرک ہیں بہت دکھ دینے والا کلام سنو گے اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یہ یقیناً بہت بڑے کاموں میں سے ہے۔

(آل عمران: 187)

اب دیکھیں! اللہ تعالیٰ خود آل عمران کی آیت 187 میں فرما رہا ہے بلکہ پیشگوئی کے رنگ میں فرمان الٰہی ہے کہ تم غیر مسلموں سے دکھ دینے والا کلام سنو گے انکی طرف سے گستاخیاں ہونگی لیکن تم نے کیا کرنا ہے صبر کرنا ہے اور خدا یہ بھی کہہ رہا ہے کہ یہ آسان کام نہیں ہے یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے چونکہ اس کے پہلے مخاطب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپؐ پر قرآن نازل ہوا تو سب سے پہلے آپؐ نے اس پر عمل کر کے دکھایا جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ آپؐ کو مذمم کہا گیا گستاخی کی گئی لیکن آپؐ نے صبر کیا اور دشمنوں سے حسن سلوک کیا آج یہی نمونے ہم سب کو دکھانے کی ضرورت ہے اور دکھانے چاہیے کیونکہ قرآن پاک میں ہے:

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ

(الاحزاب: 22)

ترجمہ: تمہارے لیے اللہ کے رسول ایک اعلی نمونہ ہیں۔

یہی تعلیم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو دی کہ اگر دشمن تم پر ظلم کریں تو پہلی بات یہ ہی ہے کہ تم نے صبر کرنا ہے مکی زندگی آپ کے سامنے ہے ایک واقعہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دوسرے اصحاب کرام آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! یہ قریش مسلمانوں کو اتنی تکلیفیں پہنچا رہے ہیں آپؐ ان کے لئے بددعا کیوں نہیں کرتے آپؐ یہ الفاظ سنتے ہی اٹھ بیٹھے اور آپؐ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا:

’’دیکھو! تم سے پہلے وہ لوگ گزرے ہیں جن کا گوشت لوہے کے کانٹوں سے نوچ نوچ کر ہڈیوں تک صاف کر دیا گیا مگر وہ اپنے دین سے متزلزل نہیں ہوئے اور وہ لوگ بھی گزرے ہیں جن کے جسموں پر آرا چلا کر دو ٹکرے کر دیا گیا مگر ان کے قدموں میں لغزش تک نہ آئی دیکھو خدا اس کام کو ضرور پورا کرے گا حتی کہ ایک شتر سوار صنعاء سے لے کر حضر موت تک کا سفر کرے گا اور اس کو سوائے خدا کے کسی کا ڈر نہ ہو گا مگر تم تو جلدی کرتے ہو۔

(بخاری باب علامات نبوت)

اب دیکھیں! اس حدیث مبارکہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام کو نصیحت فرمائی کہ دشمن کے ساتھ کیسا سلوک کرنا ہے ان کے مظالم پر صبر دکھانا ہے۔

پھر اسی قسم کی ایک اور حدیث بحوالہ (نسائی تلخیص الصحاح جلد 1 صفحہ 152) میں بیان فرمودہ ہے کہ حضرت عبد الرحمان بن عوف مع چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! جب ہم مشرک تھے تو معزز تھے اور کوئی ہماری طرف آنکھ تک نہیں اٹھا سکتا تھا لیکن جب سے مسلمان ہوئے ہیں کمزور اور ناتواں ہو گئے ہیں پس یا رسول اللہؐ! ہمیں آپؐ اجازت دیں تو ہم کفار مکہ کا مقابلہ کریں تو آپؐ نے فرمایا مجھے اللہ کی طرف سے عفو کا حکم ہے میں تم کو لڑنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

بے شک ان دونوں حدیثوں میں صبر کا مضمون ہے مگر ساتھ ساتھ یہ بھی اشارہ ہے کہ دشمن کے ساتھ کیسا سلوک کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

خاکسار نے یہ دونوں حدیثیں اس لئے بیان کی ہیں کہ آج کل کے مسلمان اس سے سبق حاصل کریں کیونکہ آج کل کے نام نہاد مسلمان اسلام دشمنوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں یا ایسا سلوک کرنے کی خواہش رکھتے ہیں کہ سر تن سے جدا کر دیں اور کہتے ہیں جو بھی گستاخی کا مرتکب ہو اسکا سر تن سے جدا کر دو اور اسلام دشمنوں کو قتل کر دو حالانکہ یہ اسلام کی تعلیم نہیں ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن

جب ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات عیاں ہوتی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تین طرح کے تھے:

1. کفار مکہ
2. مدینہ کے یہود
3. منافقین کا گروہ

1۔ کفار مکہ

اس کی مثالیں تو اوپر آچکی ہیں کہ جب آپؐ نے دعویٰ نبوت فرمایا تو یہ لوگ آپؐ کے جانی دشمن بن گئے ہرطرح سے آپ کو اذیت دی گئی اور آپؐ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ کیسا عفوو درگزر کا سلوک کیا آپ ملاحظہ کر چکے ہیں ایک اور واقعہ بھی اس مضمون پہ روشنی ڈالتا ہے جب آپؐ نے تبلیغ کی خاطر طائف کا سفر کیا یہ شوال دس نبوی کا واقعہ ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے وہاں آپؐ نے دس دن تک قیام فرمایا اور شہر کے بہت سے روٴسا سے ملاقاتیں کیں مگر سب نے انکار کر دیا اور آپؐ کی ہنسی اڑائی اور شہر کے رئیس اعظم عبد یالیل نے تو شہر کے آوارہ آدمی آپؐ کے پیچھے لگا دئے جب آپ صلی اللہ شہر طائف سے نکلے تو یہ آوارہ شور کرتے ہوئے آپؐ کے پیچھے ہو گئے اور آپؐ پر پتھر برسانا شروع کر دئے جس سے آپؐ کا بدن مبارک خون میں تر بتر ہو گیا اور برابر تین میل تک یہ بدبخت آپؐ پر پتھر برساتے رہے اور گالیاں دیتے ہوئے چلے آئے ایسے ظلم پر خدا تعالیٰ کی غیرت آپؐ کے لئے جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپؐ کے پاس بھیجا اس نے عرض کیا اگر ارشاد ہو تو یہ دونوں پہاڑ ان لوگوں پر گرا کر ان کا خاتمہ کر دوں اب ان کی قسمت کا فیصلہ خدا کے اس پیارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا لیکن آپؐ نے جواب میں فرمایا نہیں نہیں ہرگز نہیں مجھے امید ہے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ انہی میں سے وہ لوگ بھی پیدا کرے گا جو خدائے واحد کی پرستش کریں گے۔

لیا ظلم کا عفو سے انتقام
عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَام

(از بخار دل)

اب دیکھیں! اس واقعہ میں دشمنوں سے حسن سلوک کا کتنا شاندار نمونہ ہے کہ آپؐ کے ایک اشارے پر فرشتے حکم بجالانے کو تیار ہیں اور آپؐ کے حکم کے منتظر ہیں لیکن آپؐ نے لہولہان ہوتے ہوئے بھی ان بدبخت دشمنوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی اجازت نہیں دی۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ

2۔ مدینہ کے یہود دشمن اور آپؐ کا حسن سلوک

مدینہ میں داخل ہونے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے تینوں قبائل بنو قینقاع۔ بنونضیر اور بنو قریظہ سے امن اور صلح کا معاہدہ کیا لیکن یہودیوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمدہ سلوک کے باوجود معاہدے کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ اپنے فطری حسد تعصب اور بغض میں ترقی کرتے چلے گئے اور قدم قدم پر شرارت بغاوت اور شقاوت کے وہ نمونے دکھائے جو انہیں کا خاصہ تھا اور یہ یہود مدینہ میں آستین کا سانپ ثابت ہوئے۔

بنو قینقاع کی دشمنی اور آپؐ کا حسن سلوک

بنو قینقاع درپردہ مسلمانوں سے سخت تعصب رکھتے تھے جنگ بدر کی فتح کے بعد حسد اور بغض اور شرارتوں پہ مزید اتر آئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرارتوں پہ تنبیہ کی تو انہوں نے اظہار ندامت کی بجائے یہ دھمکی دہرائی کہ بدر کی فتح پر غرور نہ کرو جب ہم سے مقابلہ ہو گا تو لگ پتا جائے گا کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں گویا امن اور صلح کے معاہدے کے باوجود اعلان جنگ کر دیا اور پہلی بار یہود اور اسلام کی طاقتیں آمنے سامنے تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ دن تک محاصرہ جاری رکھا اور بالآخر یہود کا سارا غرور ٹوٹ گیا اور انہوں نے اس شرط پر قلعہ کے دروازے کھول دئے کہ ان کے اموال مسلمانوں کے ہو جائیں گے مگر ان کی جانوں اور انکے اہل و عیال پر مسلمانوں کا کوئی حق نہیں ہو گا یہ شرط یہودیوں کی پیش کردہ تھی اور فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا نیز موسوی شریعت کی رو سے یہ سب واجب القتل تھے لیکن پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط منظور فرما کر دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک کا ثبوت دیا اور انہیں امن و امان کے ساتھ مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا

(روزنامہ الفضل 25جون 2004ء)

بنونضیر کی دشمنی اور آپؐ کا حسن سلوک

بنو قینقاع کی جلاوطنی کے بعد یہود کے باقی دو قبائل عبرت حاصل کرنے کی بجائے شرارت میں ترقی کرتے چلے گئے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بھی باندھا جس کی اطلاع بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دی جب ان کی شرانگیزیوں کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا تو بنوقینقاع کی طرح وہ بھی جنگ پر آمادہ ہو گئے اور قلعہ بند ہو گئے مسلمانوں نے پندرہ دنوں تک محاصرہ جاری رکھا آخر بنونضیر نے مرعوب ہو کر اس شرط پر دروازے کھول دئے کہ ہمیں اپنا ساز وسامان لے کر امن و امان کے ساتھ جانے دیا جائے اور یہ وہ شرط تھی جو آپؐ نے جنگ سے پہلے پیش کی تھی جس کو بنونضیر نے نہایت شوخی کے ساتھ رد کر دیا تھا لیکن اب حالات مختلف تھے صورتحال مکمل طور پہ مسلمانوں کے کنٹرول میں تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باوجود ان کی اس شرط کو مان لیا اور ان کو بحفاظت مدینہ سے نکل جانے کی اجازت عطا فرمائی چنانچہ بنونضیر بڑے ٹھاٹھ اور شان وشوکت کے ساتھ اپنا ساز وسامان لے کر مدینہ سے نکلے یہ یہودیوں کی دوسری بڑی عہد شکنی اور غداری تھی لیکن اس کے باوجود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خطرناک دشمنوں کی جان بخش دی۔

(روزنامہ الفضل 25جون 2004ء)

بنو قریظہ کی غداری اور ان سے بھی حسن سلوک

بنونضیر کے ساتھ جب جنگ ہوئی تو انہوں نے عہد شکنی کی اور بنونضیر کی اعانت کی غزوہ خندق میں بھی انہوں نے غداری کی بلکہ عہد شکنی بھی کی ان بدبخت یہودیوں نے آپؐ کو گالیاں دیں اور ازواج مطہرات کے متعلق بھی بدزبانی کی آخر مسلمانوں نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کیا جب محاصرہ لمبا ہوا تو انہوں نے تنگ آ کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا حکم بنایا قلعوں سے نکلنے پر آمادگی ظاہر کی ان کی بدبختی یہ تھی کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حکم نہ مانا جو سب انسانوں سے زیادہ رحیم وکریم تھے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ نے سخت فیصلہ کیا مگر اس موقع پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں سے حسن سلوک کی بہترین مثال قائم فرمائی بنو قریظہ کے کھانے کے لئے ڈھیروں ڈھیر پھل مہیا کیا یہی نہیں بلکہ آپؐ وہاں کھڑے رہے تا کہ اگر کسی کی طرف سے رحم کی اپیل ہو تو آپؐ فوری طور پہ فیصلہ کر سکیں اسوقت جس شخص کی بھی سفارش آپؐ کے پاس آئی آپؐ نے فوراً معاف فرما دیا۔

(روزنامہ الفضل 25جون 2004ء)

3۔منافقین اور ان سے آپؐ کا حسن سلوک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا تیسرا گروہ اور سب سے زیادہ خطرناک منافقین کا تھا جو بظاہر تو مسلمان تھے لیکن درپردہ آپؐ کی جان کے درپے اور اسلام کی جڑیں کاٹنے کی کوشش میں تھے ان منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کے ساتھ بھی ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسا سلوک کیا اس کے جرائم کی فہرست بہت طویل ہے وہ درپردہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا اور حسد اور بغض کی آگ میں جلتا رہتا تھا اور ہر موقع پر اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ایک واقعہ اس کی گستاخی کا تحریر کرتا ہوں۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل 25 جون 2004ء)

ایک مرتبہ اس نے برملا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ مجھے اجازت دیں میں اس فتنہ پرداز کی گردن اڑادوں آپؐ نے فرمایا عمر جانے دو کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ لوگ کہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرواتا پھرتا ہے اس واقعہ کی اطلاع جب عبداللہ بن ابی کے بیٹے کو ہوئی جو بڑا مخلص مسلمان تھا وہ گھبراتا ہوا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ آپؐ میرے باپ کی گستاخی اور فتنہ پردازی کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم دینا چاہتے ہیں اگر آپؐ کا یہی فیصلہ ہے تو آپؐ مجھے حکم فرمائیں میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپؐ کے قدموں میں لا ڈالتا ہوں آپؐ نے اسے تسلی دی اور فرمایا ہمارا ہرگز یہ ارادہ نہیں بلکہ ہم بہرحال تمہارے والد کے ساتھ نرمی اور احسان کا معاملہ کریں گے۔

کتنا عجیب واقعہ ہے کہ بیٹا اپنے منافق باپ کو قتل کرنے کو تیار ہے لیکن آپؐ نے اپنے اس منافق دشمن سے بھی حسن سلوک کیا اور اس دشمن کو بھی معاف کر دیا۔

ثمامہ بن اثال دشمن اسلام اور اس کے ساتھ حسن سلوک

ثمامہ بن اثال یمامہ کا رہنے والا تھا اور قبیلہ بنوحنیفہ کا ایک بااثر رئیس تھا وہ اسلام کی عداوت اور دشمنی میں اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ ہمیشہ بے گناہ مسلمانوں کے قتل کے درپے رہتا اس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سلوک کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل 25جون 2004ء)

مسلمانوں کی ایک پارٹی اسے قید کر کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائی تو آپؐ اسے پہچان گئے لیکن آپؐ نے ثمامہ کے ساتھ بھی حسب عادت نیک سلوک کیا جانے کا حکم دیا اور پھر اندرون خانہ تشریف لے جاکر حکم دیا جو کچھ کھانے کے لئے تیار ہو باہر ثمامہ کے لئے بھیجو اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ثمامہ کو کسی دوسرے مکان میں قید کرنے کی بجائے مسجد نبوی کے صحن میں کسی ستون کے ساتھ باندھ کر قید کیا جائے اس سے غرض یہ تھی کہ تا آپؐ کی مجالس اور مسلمانوں کی نمازیں ثمامہ کے

سامنے منعقد ہوں تا کہ اسکا دل روحانی نظاروں سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف مائل ہو جائے ان دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز صبح کے وقت ثمامہ کے قریب تشریف لے جاتے اور حال پوچھ کر دریافت فرماتے ثمامہ اب بتاؤ کیا ارادہ ہے ثمامہ جواب دیتا اے محمدؐ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قتل کر دو تو اسکا آپ کو حق ہے کیونکہ میرے خلاف خون کا الزام ہے لیکن اگر آپ احسان کریں تو مجھے شکر گزار پائیں گے اگر آپ فدیہ چاہیں تو میں فدیہ دینے کو تیار ہوں تین دن تک یہی سوال و جواب ہوتا رہا آخر تیسرے دن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا ثمامہ کو کھول کر آزاد کر دو صحابہ نے فوراً آزاد کر دیا ثمامہ جلدی جلدی مسجد سے نکل کر ایک باغ میں چلا گیا وہاں سے نہا دھو کر واپس آیا اور مسلمان ہو گیا اور آنحضرت صل اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسولؐ! ایک وقت تھا کہ مجھے آپؐ کی ذات سے اور آپؐ کے دین سے اور آپؐ کے شہر سے سب سے زیادہ دشمنی تھی لیکن آج مجھے آپؐ کی ذات اور آپؐ کا دین اور آپؐ کا شہر سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

وہ کیا چیز تھی جس نے ثمامہ کا دل جیت لیا اس کی آنکھیں کھول دیں اور اس کو یکسر تبدیل کر دیا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سلوک ہے اور آپؐ کے عفو و درگزر کا بے نظیر نمونہ ہی تھا۔

اپنے جانی دشمنوں قریش مکہ سے حسن سلوک

غزوہ احد کا واقعہ ہے کہ مکہ میں سخت قحط پڑا اور اہل مکہ خصوصاً غرباء سخت تکلیف میں مبتلا ہوئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطلاع ہوئی تو آپؐ نے ازراہ ہمدردی مکہ کے غرباء کے لئے اپنی طرف سے کچھ چاندی بھجوائی اس طرح آپؐ نے اس بات کا عملی ثبوت دیا کہ آپؐ کا دل آپؐ کے سخت ترین دشمنوں کے ساتھ بھی ایک گہری اور حقیقی ہمدردی رکھتا ہے اور یہ کہ آپؐ کی مخالفت صرف عقائد اور خیالات کے ساتھ تھی نہ کہ کسی انسان کے ساتھ۔ انسانوں کے ساتھ تو آپؐ سراپا رحمت ہی رحمت تھے۔

اپنے صحابہ کو بھی دشمنوں سے حسن سلوک کی تلقین

جب ثمامہ بن اثال مسلمان ہوا تو اسنے قریش کے مظالم کے خلاف طبع جوش میں قریش مکہ سے رخصت ہوتے ہوئے قسم کھائی کہ آئندہ یمامہ کے علاقہ میں تمہیں غلہ کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہیں دیں گے اپنے وطن پہنچ کر اس نے واقعی مکہ کی طرف سے قافلوں کی آمد روک دی جسکی وجہ سے قریش مکہ سخت تکلیف میں مبتلا ہوئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر آہ و بکا کی اور رحم کے طالب ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو ہدایت بھجوائی کہ قریش کے ان قافلوں کی جن میں اہل مکہ کی خوراک کا سامان ہو روک تھام نہ کی جاوے یوں اہل مکہ کو اس سے نجات ملی یہ وہی اہلیان مکہ تھے جنہوں نے آپؐ کو اڑھائی سال تک شعب ابی طالب میں محصور رکھا تھا اور تیرہ سال تک مسلمانوں کو سخت تکلیفیں دیں اور بالآخر ان کو اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور کیا تھا حتی کہ مدینہ میں بھی انکا پیچھا نہیں چھوڑا بلکہ مسلسل حملے جاری رکھے کیا یہ واقعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب انسانوں سے زیادہ رحیم و کریم ہونے کا ثبوت نہیں۔

(روزنامہ الفضل 25 جون 2004ء)

زہر دینے والی عورت کو معافی

فتح خیبر کے موقع پر یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دے کر قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور ایک سریع الاثر زہر بہت بڑی مقدار میں ران کے گوشت میں پکا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بن مشکم کی بیوی زینب کے ذریعہ تحفہ بھجوایا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کھانا پیش کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا نوالہ منہ میں ڈالا ہی تھا کہ آپؐ کو زہر کا احساس ہو گیا ایک صحابی حضرت بشر رضی اللہ تعالیٰ نے نوالہ نگل لیا اور کچھ عرصہ بعد وہ اس زہر کے اثر سے شہید ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت اور دوسرے یہودیوں کو بلایا اور پوچھا کہ اے یہودیو سچ سچ بتاؤ تم نے زہر کیوں ڈالا وہ عورت کہنے لگی ہم نے کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو یہ زہر اثر نہیں کرے گا اور اگر سچے نہیں تو ہمیں آپؐ سے نجات مل جائے گی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے جلال سے فرمایا خدا تعالیٰ تمہاری تمام کوششوں کے باوجود میرے قتل کی طاقت تمہیں نہیں دے گا۔

(السیرۃ الحلبیہ صفحہ 328)

پھر بخاری میں بھی اس زہر کے متعلق آتا ہے:

''جب مرض الموت میں آپؐ آخری سانسیں لے رہے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اے عائشہ! میں اب تک اس زہر کی اذیت محسوس کرتا ہوں جو مجھے یہودیوں نے دیا تھا اور اب بھی میرے جسم میں اس زہر کی جلن اور کٹاؤ کی کیفیت ہے۔''

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا کرتے تھے جس زہر نے آپؐ کو ساری زندگی تکلیف دی آپؐ کا سلوک دیکھیں آپؐ نے اس عورت کو بھی معاف کر دیا۔

طائف کے ایک دشمن کو معاف کر دیا

طائف کا ایک دور تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبلیغ اسلام کے لئے گئے تو آپؐ کو لہولہان کر دیا گیا اور دوسرا دور وہ آیا کہ آٹھ ہجری میں طائف اسلام کی قوت سے مرعوب ہو چکا تھا چنانچہ اہل طائف کا ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اس وفد کا رئیس عبد یا لیل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی دفعہ طائف میں قدم رکھا تھا تو یہی عبد یا لیل آپؐ کی ایذا رسانی میں پیش پیش تھا اور آج وہی ایک وفد کا رئیس جھکی ہوئی گردن اور جھکی ہوئی آنکھ کے ساتھ حاضر دربار تھا لیکن کیا معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدتہذیب دشمن کے ساتھ کیا برتاؤ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دنیا کے سب سے مقدس مقام مسجد نبوی میں اتارا صرف یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھیوں کو بھی صحن مسجد میں خیمے گاڑ کر دیئے اور یہ لوگ بلا تامل اس میں ٹھہرائے گئے ان کے ساتھ بے حد لطف کرم کا برتاؤ کیا گیا جب اس وفد کے لئے آپؐ نے خیمے نصب کرائے تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ پلید مشرک قوم ہے مسجد میں ٹھہرانا مناسب نہیں آپؐ نے فرمایا اس آیت میں دل کی پلیدگی کی طرف اشارہ ہے جسموں کی ظاہری گندگی مراد نہیں اور نہ کوئی انسان ان معنوں میں پلید ہے کیونکہ سب انسان پاک ہیں اور وہ ہر مقدس سے مقدس جگہ پر جا سکتے ہیں۔

(احکام القرآن جلد 3 صفحہ 901)

اب دیکھیے! اس واقعہ میں آپؐ نے اپنے اس دشمن کو معاف فرما دیا جس کے اشارہ پہ آپؐ لہولہان کئے گئے تھے یہ ہے آپؐ کا سلوک اپنے دشمنوں کے ساتھ پھر اس واقعہ میں ایک اور سبق بھی ہے کہ جب صحابہ نے غلط فہمی سے یہ سمجھ لیا کہ مشرکین پلید ہیں انکو مسجد میں نہ آنے دیں تو آپؐ نے صحابہ کرام کی یہ غلط فہمی بھی دور کی کہ اس سے مراد جسموں کا پلید ہونا نہیں سب انسان پاک ہیں اور ہر مقدس جگہ پہ جا سکتے ہیں اس بات سے مسلمانوں کو بھی سبق حاصل کرنا چاہیے جو مسلمان ہو کر بھی دوسرے مسلمان کو مسجد میں آنے نہیں دیتے ایک فرقہ دوسرے فرقہ سے اسقدر بغض و عناد رکھتا ہے کہ اس کے قدم بھی اپنی مسجد میں پڑنے نہیں دیتا ہمارے محسن نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تو ہرگز یہ نہیں۔

اب میں آخر میں فتح مکہ کی چند مثالیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ کس طرح آپؐ نے اپنے جانی دشمنوں کو معاف فرمایا جنہوں نے تیرہ سال تک آپؐ کو دکھ دیئے آپؐ کے پیاروں کو شہید کیا یہاں تک کہ آپؐ اور آپؐ کے جانثاروں نے وطن چھوڑ دیا آج تو ان سارے دکھوں اور تکلیفوں کے بدلہ کا دن تھا لیکن جس نے بدلہ لینا تھا وہ تو محسن انسانیت تھا وہ تو رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ تھا وہ تو سراپا رحمت تھا اس دن آپؐ نے کیا کیا۔

''جب آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہوا اور تمام مخالف آپؐ کے قابو میں آ گئے تو آپؐ نے لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ فرما کر اپنے اور اپنے ساتھیوں کے جانی دشمنوں کو معاف کر دیا یہ وہ ہی لوگ تھے جو آپؐ کے عزیزوں اور جانثاروں کے قاتل تھے آپؐ کے جانثار صحابہ کرام کو سخت اذیتیں دیا کرتے تھے پاک دامن مسلمان عورتوں سے بھیانک سلوک کرنے والے تھے آپؐ سے جنگیں کرنے والے تھے آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرام کو وطن سے نکالنے والے تھے غرض یہ لوگ اپنے گھناؤنے جرائم کیوجہ سے واجب القتل تھے کوئی ان کی سفارش کرنے والا نہ تھا لیکن آپؐ نے لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ کہہ کر ان سب کو معاف فرما دیا اس بے نظیر معافی کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی ہاں حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ لفظ کہے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ انکے سامنے ان کے بھائی کھڑے تھے جن کی سفارش کرنے والے ان کے پیارے ماں باپ موجود تھے یہ واقعہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام انسانوں سے زیادہ رحیم و کریم ہونے اور آپؐ کے محسن انسانیت ہونے کی قیامت تک گواہی دیتا رہے گا۔''

(روزنامہ الفضل 25 جون 2004ء)

حضرت مسیح موعودؑ کا بیان
بابت آنحضرتؐ کا دشمنوں سے حسن سلوک

حضرت مسیح موعودؑ آپؐ کے اخلاق فاضلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یاد رکھو کہ تلوار انسان کے ظاہر کو فتح کر سکتی ہے مگر دل کبھی تلوار سے فتح نہیں ہوتے بلکہ وہ وہ انوار تھے جن میں خدا کا چہرہ نظر آتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو ایسے ایسے خارق عادت نشانات دکھائے تھے کہ خود خدا انکے سامنے آ موجود ہوتا تھا اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے جلال اور جبروت کو دیکھ کر گناہ سوز زندگی چھوڑ دی تھی اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی تھی۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 589)

بقیہ صفحہ 14 پر

حضرت ملک سیف الرحمٰن مرحوم۔ سابق مفتی سلسلہ

تبلیغ اور آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ

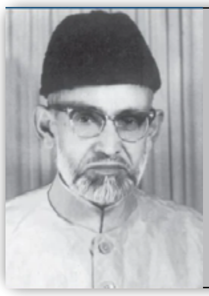

انبیاء، اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچانے کے لئے آتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی بات کے لئے مامور تھے۔ اللہ تعالیٰ نوحؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۲﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۳﴾

(الاعراف: 62-63)

اس نے کہا اے میری قوم! میں کسی گمراہی میں مبتلا نہیں بلکہ میں تو تمام جہانوں کے ربّ کی طرف سے ایک رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے ربّ کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور میں اللہ سے وہ علم حاصل کرتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

(المائدہ: 68)

اے رسول! اچھی طرح پہنچا دے جو تیرے ربّ کی طرف سے تیری طرف اتارا گیا ہے۔ اور اگر تُو نے ایسا نہ کیا تو گویا تو نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔

تبلیغ کے فریضہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قسم کی سخت مشکلات پیش آئیں ان سے آپ بڑی حکمت و دانائی اور صبر اور حلم کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے۔ اس کی متعدد مثالیں کتب سیرت میں ملتی ہیں۔ آج مجھے ان مثالوں میں سے چند مثالیں بیان کرنا ہیں جو ہمارے لئے اسوۂ حسنہ کے طور پر ہیں۔

تبلیغ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اصولی ہدایات تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ لوگوں کو گنجلکوں اور الجھنوں میں نہ پھنساؤ۔ صاف اور سیدھی بات کرو جس میں آسانی بھی ہو اور سہولت بھی۔ عام آدمی کی سمجھ میں آنے والی بات ہو۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب یمن کی طرف والی بنا کر بھیجا تو فرمایا يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا (سیرۃ ابن ہشام جلد 4 صفحہ 175) کہ آسان اور سہولت کی باتیں لوگوں کو بتانا جن کا سمجھنا بھی آسان ہو اور ان پر عمل کرنا بھی آسان ہو۔ مشکل بات جو لوگوں کی سمجھ سے بالا ہو اور عمل کے لحاظ سے انہیں بوجھ لگے ان باتوں سے بچتے رہنا۔ بشارت اور خوشخبری کا پیغام دینا اور ایسی باتوں سے پرہیز کرنا جو لوگوں کو متنفر کرنے کا باعث ہوں۔

حضرت عثمان بن العاصؓ کو طائف کا والی بنا کر بھیجتے ہوئے فرمایا: اے عثمان! نماز مختصر پڑھانا اور کمزور لوگوں پر سب کو قیاس کرنا کیونکہ نماز میں شامل ہونے والوں میں بڑی عمر کے، چھوٹی عمر کے کمزور اور ضروری کام پر جانے والے سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور ان کا خیال رکھنا دین کی طرف رغبت دلانے کے لئے ضروری ہے۔

(سیرۃ ابن ہشام صفحہ 137)

حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات بیان فرمائی ہیں ان سے بھی اصول تبلیغ اور اس بارہ میں کامیابی کے گروں کا پتہ چلتا ہے کہ ایک کامیاب مبلغ کو نافع الناس وجود بننا چاہئے۔ وقت پر لوگوں کے کام آنے کی صلاحیت ہونی چاہئے اور یہ جذبہ بطور اسوہ اپنانا چاہئے کہ وہ اخلاق جو نابود ہو چلے ہوں انہیں کس طرح دوبارہ قائم کرنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت خدیجہؓ فرماتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے کام آنے کے سلسلہ میں بے مثال ہیں۔ بے کس اور بے سہارا لوگوں کے لئے سہارا اور ماویٰ وملجا بنتے ہیں اور محتاج اور ضرورت مندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور جو نیک اور اچھے اخلاق نابود ہو چکے تھے انہیں دوبارہ قائم کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے مہمان نواز ہیں۔ لوگوں کی جائز ضرورتوں میں ان کے مددگار اور معاون ہیں۔

(بخاری کتاب بدء الوحی)

یہی اخلاق تبلیغ حق میں کامیابی کے ضامن ہیں اور حقیقی اثر پیدا کرنے میں اپنی مثال نہیں رکھتے۔

تبلیغ میں کامیابی کے لئے استقامت بھی ایک لازمی شرط ہے اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ

(الشوریٰ: 16)

پس اسی بنا پر چاہئے کہ تُو انہیں دعوت دے اور مضبوطی سے اپنے موقف پر قائم ہو جا جیسے تجھے حکم دیا جاتا ہے اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کر اور کہہ دے کہ میں اس پر ایمان لا چکا ہوں جو کتاب ہی کی باتوں میں سے اللہ نے اُتارا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کا معاملہ کروں۔ اللہ ہی ہمارا ربّ اور تمہارا بھی ربّ ہے۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا (کام) نہیں (آسکتا)۔ اللہ ہمیں اکٹھا کرے گا اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

غرض تبلیغ کے بیسیوں اصول ہیں جن میں سے چند ایک کو موقع کی مناسبت سے خاکسار نے بیان کیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ تبلیغ کے سلسلہ میں پیش آنے والی مشکلات کا بڑی دلیری اور دانائی کے ساتھ سامنا کرنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ حق کی راہ سے ہٹانے کے لئے مخالفین نے سینکڑوں چالیں چلیں آپ پر سختی کی گئی اور بائیکاٹ کیا گیا طرح طرح کے لالچ بھی دیئے گئے لیکن آپ کے پائے استقامت میں ذرہ بھی لغزش نہ آئی۔

ابولہب آپ کا چچا تھا اور پڑوسی بھی لیکن وہ آپ کو تکلیف دینے اور زک پہنچانے کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ ارد گرد کے محلہ داروں کو اپنے ساتھ ملا کر آپ کو خوب تنگ کرتے۔ محلے کا گند اکٹھا کر کے آپ کے گھر کے دروازے کے سامنے ڈال دیتا۔ بعض اوقات آپ گلی میں سے گزر رہے ہوتے تو محلہ کے اوباش آپ کے چچا کی شہ پر آپ پر کوڑا کرکٹ ڈال دیتا۔ آپؐ صبر وحلم کے ساتھ ان سب زیادتیوں کو برداشت کرتے اور اپنے چچا اور محلہ کے دوسرے لوگوں کو صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتے کہ رشتہ داری اور ہمسائیگی کا یہی حق ہے جس کو تم ادا کر رہے ہو۔

ایک بار آپؐ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل کو شرارت سوجھی اور کسی کو بھیج کر مذبح خانے سے اونٹ کی انتڑیاں اور اوجھری منگوائی اور جب آپ سجدہ میں تھے تو یہ گند آپؐ کے سر اور کندھوں پر رکھ دیا۔ آپؐ دیر تک سجدہ میں پڑے دعائیں کرتے رہے اور اطلاع ملنے پر آپؐ کے گھر کی ایک خاتون نے آ کر آپؐ پر سے یہ گند اتارا۔ اس ایذا اور دکھ پر نہ آپؐ نے کسی کو برا بھلا کہا اور نہ کوئی گالی دی صرف اتنا کہا اللہ تعالیٰ یہ حرکت کرنے والوں کو سمجھ دے۔

یہ تو اس وقت کے واقعات ہیں جبکہ آپؐ کے پاس نہ کوئی دنیوی طاقت تھی اور نہ آپؐ کے ساتھ کوئی طاقتور جتھا تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اقتدار بخشا اور ایسے فدائی بخشے جو آپؐ پر ہزار جان نثار تھے تو تب بھی تبلیغ کے سلسلہ میں آپؐ کا حلم اور صبر اسی مقام پر تھا۔ آپؐ مخاطب کی تلخی اور شدت کا جواب بڑی نرمی حلم اور صبر کے ساتھ دیتے۔ یہاں تک کہ آپؐ کے اخلاق کو دیکھ کر سخت سے سخت دشمن کا دل بھی پسیج جاتا اور غور و فکر کے لئے اس کا رجحان بیدار ہو جاتا اور آخر کار اسلام قبول کر کے سعادت دارین کا وارث بن جاتا۔

عثمان بن طلحہؓ کلید بردار کعبہ تھے ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ نے عثمان سے کہا کہ اگر آپ مجھے کعبہ کی چابیاں دے دیں تو میں کعبہ کے اندر جا کر نماز پڑھوں۔ عثمان نے بڑے متکبرانہ انداز میں جواب دیا کہ میاں اپنی جگہ پر رہو۔ تمہاری یہ شان نہیں کہ تمہارے لئے کعبہ کے دروازے کھولے جائیں۔ عثمان کے اس جواب پر آپؐ نے فرمایا ایک دن ایسا آئے گا کہ یہ چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں جسے چاہوں گا یہ چابیاں اس کے حوالے کروں گا اور اسے کلید بردار کعبہ بناؤں گا۔ عثمان نے پھر جواب دیا کیا اس دن قریش ختم ہو جائیں گے کہ تیرے جیسے بے سہارا آدمی کے ہاتھ میں چابیاں ہوں؟

فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے عثمان کو بلوایا وہ لرزاں ترساں حضورؐ کے سامنے حاضر ہوئے۔ انہیں وہ کلمات یاد تھے جو حضورؐ نے کہے اور عثمان نے اس کے جواب میں کہے۔ آپؐ نے عثمان سے کعبہ کے دروازے کی چابیاں لے لیں۔ اس موقع پر حضرت علیؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! عہدہ حجابت کعبہ کے لحاظ سے حاجیوں کی ضروریات مہیا کرنے یعنی سقایہ کا عہدہ آلِ ابی طالب کے پاس ہے۔ کعبہ کی کلید برداری اور حجابت کا عہدہ بھی ہمیں ہی عنایت فرمایا جائے تاکہ یہ دونوں عہدے ہمارے پاس رہیں۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کی درخواست کو نظر انداز کر کے چابیاں عثمان کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا۔ آج بدلہ اور انتقام لینے کا دن نہیں آج نیکی اور احسان اور حقوق کے قائم کرنے کا دن ہے۔ جاؤ! کعبہ کی کلید برداری کا عہدہ میں تیرے اور تیرے خاندان کے حوالے کرتا ہوں اور جو شخص تم سے یہ عہدہ چھینے گا وہ ظلم کے جرم کا مرتکب ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حُسن سلوک دیکھ کر عثمان اسی وقت مسلمان ہو

گئے اور یقین کرلیا کہ یہ حوصلہ اور یہ حلم نبی کے سوا کوئی اور نہیں دیکھا سکتا۔

(تاریخ الخمیس وسیرۃ ابن ہشام، واقعات فتح مکہ)

فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے عام معافی کا اعلان فرمایا صرف گیارہ آدمیوں کے بارہ میں آپؐ کا حکم تھا کہ یہ لوگ اپنی مسلسل شرارتوں اور دشمنیوں کی وجہ سے جنگی مجرم ہیں۔ اس لئے جہاں بھی ملیں ان کو بطور سزا قتل کر دیا جائے لیکن عمل کے لحاظ سے آپؐ نے ان گیارہ آدمیوں میں سے بھی سات کو معاف فرما دیا۔ ان جنگی مجرموں میں عکرمہ بن ابی جہل بھی تھے وہ ڈر کے مارے مکہ چھوڑ کر یمن کی طرف بھاگ گئے۔ ان کی بیوی ام حکیمؓ بنت الحارث نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ ایک دن وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہؐ! عکرمہ قصور وار ہے لیکن آپؐ کی قوم کا آدمی ہے اور مجھے اپنی بیوگی کا بھی ڈر ہے آپؐ اسے معاف فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اچھا تمہاری سفارش منظور ہے۔ چنانچہ وہ یمن کی طرف آئیں اور عکرمہ کی منت سماجت کر کے اور انہیں تسلی دے کر اپنے ساتھ واپس لے آئیں۔ عکرمہ کو باہر کھڑا کر کے وہ حضورؐ کے پاس اندر گئیں اور عرض کی حضورؐ! عکرمہ حاضری کی اجازت چاہتا ہے۔ حضورؐ یہ سن کر خوشی سے کھڑے ہوگئے اور عکرمہ کو دیکھ کر فرمایا۔ مرحباً! بالراکب المھاجر۔ مہاجر سوار کا آنا مبارک ہو۔ حضورؐ کا یہ سلوک دیکھ کر عکرمہ کچھ حیران ہوئے اور عرض کی حضورؐ! میری بیوی ام حکیم کہتی ہے کہ آپؐ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ ٹھیک کہتی ہے۔ اس پر عکرمہ نے عرض کیا۔ میں نے آپؐ کو بڑے دکھ دیئے اور بڑے نازیبا الفاظ میں آپؐ کا ذکر کیا کرتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اسلام سابقہ تمام گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ عکرمہ نے پھر عرض کیا حضور! میری بخشش کے لئے دعا کیجئے۔ آپؐ نے دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعِکْرَمَہ مَا سَبَقَ مِنْ ذَنْبِہٖ کہ اے اللہ! عکرمہ سے جو قصور ہوئے ہیں وہ سب معاف کر دے۔ پھر آپؐ نے فرمایا عکرمہ! جو مانگنا ہے مانگو جو میری وسعت میں ہو گا دوں گا۔ عکرمہ نے پھر عرض کیا یہی چاہتا ہوں کہ قصور معاف ہو جائیں۔ میں آپؐ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ جتنا مال میں نے آپؐ کی مخالفت میں خرچ کیا تھا اس سے دگنا اسلام کی خدمت میں خرچ کروں گا اور آپؐ کے دین کو مٹانے کے لیے جتنی لڑائیاں لڑا ہوں اس سے دگنا اسلام کی اشاعت کے لئے جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لینے کی کوشش کروں گا۔ (تاریخ الخمیس واقعات فتح مکہ)

کعب بن زبیرؓ عرب کے مشہور شاعر اور قصائد سبعہ معلقہ کے شعراء میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے مخالفت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہت کچھ کہا آپؐ کی (معاذ اللہ) ہجو کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے اور لڑائیوں میں آپؐ کے خلاف لوگوں کو اکسانے کے لئے شعر کہتے تھے۔ یہ بھی ان جنگی مجرموں میں شامل تھے جن کے خلاف آپؐ نے کہہ رکھا تھا کہ جہاں بھی یہ ملیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ یہ روپوش ہو گئے تھے ان کے بھائی بجیر بن زہیر نے کسی ذریعہ سے ان کو پیغام بھجوایا کہ بچنا چاہتے ہو تو حضورؐ کی خدمت میں نادم ہو کر حاضر ہو جاؤ۔ وہ نادم ہونے والوں کو معافی دینے کی بڑی جرات رکھتے ہیں اور یہ شعر بھی ساتھ بھجوائے۔

فَمَنْ مُبْلِغٍ کَعْباً فَھَلْ لَّکَ فِی الَّتِی
تَلُوْمُ عَلَیْھَا بَاطِلاً وَّ ھِیَ اَحْزَمُ
اِلَی اللّٰہِ لَا الْعُزّٰی وَ لَا اللَّاتِ وَحْدَہٗ
فَتَنْجُوْ اِذَا کَانَا لِنَّجَاءُ وَتَسْلَمُ

اس تبلیغ سے کعب متاثر ہوئے اور مدینہ آ گئے اور صبح کی نماز کے بعد حضور کی خدمت میں حاضری دی۔ حضورؐ کعب کو نہ پہچانتے تھے۔ چنانچہ حضورؐ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا کعب بن زہیر نادم ہو کر آپؐ سے امان چاہتا ہے۔ کیا آپؐ اسے امان دے سکتے ہیں؟۔ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں وہ امان میں آ سکتا ہے اس پر کعب نے عرض کیا کہ میں کعب بن زہیر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تائب ہو کر آئے ہو اور میری امان میں ہو۔ اس پر کعب نے وہ قصیدہ پڑھا جو بانت سعاد یا قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس قصیدہ کے دو شعر یہ ہیں۔

نُبِّئْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْعَدَنِی
وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَا حَوْلِی

یعنی مجھے بتایا گیا ہے کہ اللہ کے رسول مجھ پر ناراض ہیں اور مجھے سزا کا مستحق سمجھتے ہیں لیکن اللہ کے رسول سے معافی کی امید بھی بے جا نہیں۔

اِنَّا لِرَسُوْلِ لَنُوْرٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ
مُھَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلُ

یعنی رسول مجسم نور ہیں آپ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ستی ہوئی اعلی درجہ کی تلوار ہیں۔ (جس کی وجہ سے باطل بری طرح گھائل ہو چکا ہے۔)

غرض یہ ساٹھ سے اوپر اشعار کا قصیدہ عربی زبان کے ادب میں بڑے بلند مقام کا مالک ہے۔

عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کا بیٹا عدی عیسائی تھا۔ کئی لڑائیوں میں آپؐ کے خلاف اس نے حصہ لیا آخر جب حضورؐ کو غالب آتے دیکھا تو شام کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی ایک بہن قبیلہ میں پیچھے رہ گئی اور دوسرے قیدیوں کے ساتھ مدینہ میں آئی۔ اس نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلَکَ الْوَالِدُ وَغَابَ الْوَافِدُ فَامْنُنْ عَلَیَّ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْکَ۔ یعنی حضورؐ! والد فوت ہو چکا ہے، نگران غائب ہو چکا ہے۔ مجھ پر احسان کیجئے اللہ آپؐ کو اس کا اجر دے گا۔ آپؐ نے پوچھا وافد سے کون مراد ہے اس نے کہا کہ عدی بن حاتم آپؐ نے فرمایا وہی عدی جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگ کر دشمنوں کے ساتھ جا ملا ہے۔ بنت حاتم نے عرض کیا حضورؐ وہی حاتم۔ آخر کار حضورؐ نے اس کی فریاد کو سنا اور فرمایا جلدی نہ کرو کوئی بھروسہ کا آدمی ملے تو اس کے ساتھ تمہیں اس جگہ پہنچا دیں گے۔ جہاں تم جانا چاہتی ہو۔ کچھ دنوں کے بعد ایسے لوگ مل گئے جو شام جا رہے تھے اور قابل بھروسہ تھے۔ حضورؐ نے ان کے ساتھ جانے کی بنت حاتم کو اجازت دی، سواری بھی دی اور زاد راہ بھی عنایت فرمایا۔ وہ اپنے بھائی عدی کے پاس آئی اور اسے بہت کچھ برا بھلا کہا کہ تم بڑے ظالم ہو۔ مجھے تنہا چھوڑ کر اپنے بال بچوں کے ساتھ مزے کی زندگی گزار رہے ہو۔ بہر حال بنت حاتم کچھ عرصہ اپنے بھائی عدی کے پاس رہی۔ ایک دن باتوں باتوں میں عدی نے پوچھا۔ اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس کے پاس تم کچھ عرصہ بطور قیدی کے رہی ہو۔ بنت حاتم نے اپنے بھائی عدی کو جواب دیا کہ اگر تم میری بات مانو تو اس شخص کے پاس جلدی چلے جاؤ کیونکہ اگر وہ نبی ہے جیسا کہ اس کا دعوی ہے تو تم سعادت دارین حاصل کرو اور اگر وہ بادشاہ ہے تو اتنا مہربان بادشاہ ہے کہ تیرے جیسا بہادر اس کے حضور میں عزت وشہرت پائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عدی نے اس مشورہ کو مان لیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ عدی بیان کرتے ہیں کہ جب میں مسجد نبوی میں پہنچا تو حضورؐ اپنے صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ حضورؐ نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کون ہو؟ میں نے جواب دیا عدی بن حاتم۔ حضورؐ خوشی سے کھڑے ہو گئے۔ مجھے خوش آمدید کہا اور پھر مجھے اپنے گھر لے گئے۔ راستہ میں آپؐ کو ایک بوڑھی عورت ملی۔ اس کی کوئی ضرورت تھی۔ حضورؐ دیر تک کھڑے اس کی باتیں سنتے رہے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص بادشاہ نہیں ہوسکتا۔ اتنی شفقت سے ایک کمزور بڑھیا کی باتیں ایک بادشاہ نہیں سن سکتا۔ بہر حال جب میں حضورؐ کے ساتھ گھر پہنچا تو حضورؐ نے میرے بیٹھنے کے لئے نمدہ بچھایا میں نے عرض کیا آپؐ اس پر بیٹھیں لیکن آپؐ نے فرمایا اکرام ضیف ضروری ہے چنانچہ میں نمدہ پر بیٹھ گیا اور حضورؐ زمین پر بیٹھے میں نے اپنے دل میں کہا یہ بھی بادشاہوں والی بات نہیں۔ اتنے منکسر المزاج اور مہمان نواز بادشاہ نہیں ہوا کرتے۔ خاطر مدارات کے بعد حضورؐ نے باتیں کرتے ہوئے فرمایا۔ اے عدی! تو اپنے قبیلے کا سردار تھا اور بادشاہوں جیسا تیرا رہن سہن تھا۔ اپنی قوم سے مرباع یعنی ان کی آمدنیوں کا اپنی ذاتی ضرویات کے لئے چوتھا لیتا تھا۔ تمہارے مذہب میں کیا یہ جائز ہے؟ میں نے عرض کیا یہ جائز تو نہیں لیکن اس کا رواج ہے آپؐ نے فرمایا مذہب اور رواج کا آپس میں کیا جوڑ۔ عدی کہتے ہیں کہ حضورؐ کی ان باتوں سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔ نبیوں کے سوا نہ تو کوئی ایسی باتیں کرسکتا ہے اور نہ ان باتوں پر عمل کرسکتا ہے۔ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا تمہیں میری جماعت عددی لحاظ سے کمزور اور غریب نظر آتی ہے لیکن ایک دن آنے والا ہے کہ یہ حالت نہیں رہے گی ایک دن آئے گا کہ میری اس جماعت کی حکومت میں اس قدر امن وامان ہو گا کہ ایک اکیلی عورت قادسیہ سے چل کر مکہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے آئے گی راستہ میں اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہو گا اور ارض بابل یعنی فارس کے سفید محلات میری حکومت کے لوگوں کے زیر تصرف آئیں گے اور مال کی اتنی کثرت ہو گی کہ کوئی آدمی محتاج نہیں رہے گا۔ چنانچہ عدی بن حاتم نے اسلام قبول کیا اور بعد میں اسلام کے لئے بڑی بڑی قربانیاں پیش کرنے کی توفیق پائی۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد 4 صفحہ 166)

بعض اوقات حضور علیہ الصلوۃ والسلام مخاطب کی دلچسپی اور رجحان کے لحاظ سے اس کی تسلی کرواتے اور اسلام کی صداقت کے لئے اس کے اندر انشراح صدر کے لئے کوشش فرماتے۔

بنو تمیم کا ایک وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا یہ قبیلہ اپنے قومی تفوق اور تفاخر کے لئے مر مٹنے کے لئے تیار رہتا تھا۔ چنانچہ جب یہ وفد مدینہ آیا تو بڑے متکبرانہ انداز میں حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو کر پکارنے لگا اُخْرُجْ اِلَیْنَا یَا مُحَمَّد۔ اے محمد! باہر آ کر ہماری باتیں سنیئے۔ ان کا چیخنا چلانا اور زور زور دے کر پکارنا بے ادبی کا باعث تھا لیکن حضورؐ کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار کئے بغیر باہر تشریف لائے اس پر اس وفد کے لوگوں نے کہا جِئْنَاكَ نُفَاخِرُكَ فَأْذَنْ لِخَطِيْبِنَا وَشَاعِرِنَا یعنی ہم آپ کے پاس تفاخر قومی کے اظہار کے لئے آئے ہیں ہمارے مقرر اور شاعر کو اجازت دیجئے کہ وہ اپنے قومی تفاخر اور تفوق کا اظہار کریں اور بتا سکیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارے مقابل کا کوئی اور نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا اجازت ہے اپنے خطیب اور شاعر کو پیش کیجئے چنانچہ مسجد میں قومی تفاخر کا یہ مقابلہ شروع ہوا۔

آپؐ اور تمام صحابہ مجلس میں موجود تھے۔ بنوتمیم کا خطیب عطارد بن حاجب کھڑا ہوا اور اس نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ عَلَیْنَا الْفَضْلُ وَالْمَنُّ وُھَوَ اَھْلَہٗ الَّذِیْ جَعَلْنَا مَلُوْکًاوَھَبَ لَنَا اَمْوَالًا عَظِیْمًا نَفْعَلُ فِیْھَا الْمَعْرُوْفُ الخ یعنی وہ اللہ حمد کا مستحق ہے جس نے ہم پر اپنا فضل نازل کیا ہم پر اس کے احسانات ہیں۔ اس نے ہمیں بادشاہ بنایا اور بکثرت اموال بخشے جن کی وجہ سے ہم بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیتے ہیں مشرق کے لوگوں میں ہم اشرف ترین قوم ہیں۔ ہماری مانند کوئی اور معزز نہیں۔ کوئی ہے جو کارناموں میں ہمارا مقابلہ کر سکے ہم بہت کچھ کہہ سکتے ہیں لیکن زیادہ باتیں کرنے کی بجائے ہم عمل کے قائل ہیں۔ کوئی ہمارے مقابل تو آئے۔ جب عطارد بات کر چکا تو حضورؐ نے ثابت بن قیس انصاریؓ کو جواب دینے کے لئے فرمایا۔

ثابت اٹھے اور یوں گویا ہوئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الذی السموات وَالارضُ خَلْقہ قضیٰ فیھن اَمرہٗ وَوَسِعَ کُرسیہ علمہ وَلم یك شيءٍ قط اِلاَّمِنْ فضله ثُمَّ کَانَ مِنْ قدرَتِہ اَنْ جَعَلْنَا ملوکا وَاصْطَفیٰ مِنْ خَیْرِخَلْقِہ رَسولاً الخ

یعنی ساری تعریفوں کی مستحق اللہ کی ذات ہے جس نے آسمان وزمین پیدا کئے۔ ان میں اپنی تقدیر کے مطابق ایک مستحکم نظام قائم کیا اور اس کی حکومت کی کرسی اس کے علم کے مطابق بڑی وسیع ہے اس کے فضل کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ پھر اس کی قدرت کا یہ بھی ایک کرشمہ ہے کہ اس نے ہمیں بادشاہ بنایا اور خیر الناس کو اپنا رسول بنا کر بھیجا جو کیا بلحاظ نسب اور کیا بلحاظ سیرت اور کیا بلحاظ صدق سب سے بڑھ کر ہے۔ اس نے اپنی کتاب اس پر نازل کی اور مخلوقات کے لئے اسے ہادی بنایا۔ مہاجرین اور انصار نے اس کے عظیم پیغام کو قبول کیا اور اس کی وجہ سے شرف میں کوئی اور ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا واقول قولی ھٰذا واستغفر اللّٰہ لی وللمؤمنین والمؤمنت والسلام علیکم اور میں اپنی بات کہتا ہوں اور اللہ سے اپنے لئے اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے بخشش طلب کرتا ہوں اور تم پر سلام ہو۔ اس کے بعد شاعروں کا مقابلہ ہوا۔

بنوتمیم کا شاعر زبرتان بن بدر کھڑا ہوا اور تفاخر قومی پر مشتمل شعر پڑھنے شروع کئے جن میں ایک شعر یہ بھی تھا۔

نَحْنُ الکرام فَلَاحیٌّ یُعَادِ لُنَا
منا الملوك و فینا تُنصب ا لبِیَع

یعنی ہم معزز ترین لوگ ہیں کوئی قبیلہ ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ہمیں سے بادشاہ بنتے ہیں اور ہم میں عبادت گاہیں تعمیر ہوتی ہیں۔

زبرتان نے جب اپنے شعر ختم کئے تو حضورؐ نے حسان بن ثابتؓ سے فرمایا اس کا جواب دو۔ حسانؓ نے مقابلہ میں شعر کہے جن میں سے دو شعر یہ ہیں۔

اِکْرِامْ بِقَوْمٍ رَسُوْلُ اللّٰہِ شِیْعَتُھُمْ
اِذَا تَفَاوُتِ الْاَھْوَاءُ وَالشِّیَعُ

یعنی اس قوم کی عزت وشہرت کے کیا کہنے جس کے مددگار اور ساتھی اللہ کے رسول ہوں جب کہ قومیں اپنی خواہشوں اور اپنے حامیوں کے لحاظ سے متفاوت اور منقسم ہوں۔

ایک اور بحر میں حسانؓ نے کہا۔

فَلَا تَجْعَلُوْ لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَاسْلِمُوْ
وَ لَا تَلْبِسُوْا زِیًّا کَزَیِّ الْاَ عَاجِمِ

یعنی اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا معبود نہ بناؤ اور اسلام قبول کرلو اور عجمیوں کی عادات اور ان کے پہناووں کو ترک کر دو۔

غرض جب خطابت اور شعر کا مقابلہ ختم ہوا تو بنوتمیم کے سردار اقرع بن جابس نے ہی فیصلہ دیا کہ:

وَاَبِی اِنَّ ھٰذا ارجل لمؤتیٰ له ُلخطیبه اَخْطَبُ مِنْ خَطِیبِنَا وَلشاعرہ اشعر مِنْ شاعرنا وَاَصواتھم احلی مِنْ اَصواتنا

یعنی مجھے اپنے باپ کی قسم اس شخص کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی تائید ہے اس کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ قابل ہے اور اس کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ افضل ہے اور ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے زیادہ شریں ہیں۔

اس فیصلہ کے بعد وفد کے سارے ارکان نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بڑے اعزاز اور انعام و اکرام کے ساتھ واپس روانہ کیا۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد 4 صفحہ 152)

بعض اوقات آپؐ ملنے والے کے مزاج اور اس کی طبیعت کا لحاظ کر کے اور اس کے مطابق سلوک کرتے اور اسے قبول حق کی طرف متوجہ کرتے اگر کوئی شخص رکھ رکھاؤ اور تکلف سے بات کرنے کا عادی ہے تو آپؐ اس کی طبیعت کے مطابق بات کرتے اور اگر کوئی سادہ طبع بے تکلف طبیعت کا رسیا ہے تو اس کی روح کا خیال رکھتے ہوئے آپؐ پیغام حق پہنچاتے۔ ایسا ہی ایک واقعہ کتب سیرۃ میں لکھا ہوا ملتا ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس قدر مخاطب کی نفسیات سے واقف ہو کر آپؐ اسے مخاطب فرماتے۔

بنوسعد بن بکر کی طرف سے ایک نمائندہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا نام ضمام بن ثعلبہ تھا۔ وہ مدینہ آیا مسجد کے سامنے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور پھر اندر جا کر پوچھا اَیُّکُم ابن عبدالمطلب۔ تم میں عبد المطلب کا بیٹا کون ہے؟۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں تشریف فرما تھے آپؐ نے جواب دیا اَنَا ابن عبد المطلب میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ اس نے پھر کہا أَمُحمدٌ کیا محمد تو ہے آپؐ نے فرمایا ہاں محمد میں ہی ہوں۔ اس پر اس نے کہا یَا اِبن عبد المطلب اِنِّی سَائلك مُغَلِّظٌ علیك فِی المسئله فَلَا تَجُرَنَّ فِي نفسك یعنی اے عبد المطلب کے بیٹے! میں کچھ باتیں تم سے پوچھوں گا اور تکلف چونکہ مجھے نہیں آتا اس لئے سوال میں کرختگی اور سختی ہو تو برا نہ منانا۔ آپؐ نے فرمایا پوچھو میں برا نہیں مناؤں گا۔ اس پر اس نے کہا اَنْشُدُكَ اللّٰہ اِلٰھك وإِلٰه من كَانَ قبلك وإِلٰه من ھُوَکاءِنٌ بَعْدَكَ اللّٰه بعثك اِلینا رَسولاً یعنی میں تجھے اس خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو تیرا بھی معبود ہے اور تم سے پہلوں کا بھی معبود ہے اور تمہارے بعد میں آنے والوں کا بھی معبود ہے کیا اس اللہ نے تمہیں ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم اسی نے مجھے رسول بنایا ہے۔ پھر اس نے اسی طرح قسم کے الفاظ دہرا کر پوچھا أَللّٰه اَمرك اَنْ نعبدہ وَحدَہ لَا نُشْرِكُ بِہٖ شَیْأً وَاَنْ نخلع ھٰذہ الاَندادًا الَّتِي كَانَ اٰبائنا یَعْبُدُوْنَ مَعَه کہ کیا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور ان تمام بتوں کو چھوڑ دیں جس کی ہمارے آباؤ اجداد اس کے ساتھ عبادت کرتے تھے آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَ نَعَم کہ ہاں اللہ کی قسم ہے ایسا ہی اس نے حکم دیا ہے۔ غرض اسی طرح قسم کے الفاظ کو دہرا کر وہ آپؐ سے سوال کرتا آپؐ اس کے سوال کا جواب دیتے۔ اس نے پانچ نمازوں کے بارہ میں پوچھا، روزہ، حج زکوۃ اور دوسرے فرائض اسلام کے بارہ میں پوچھا اور حضورؐ اسی طرح بے تکلفی میں اس کے سوالات کا جواب دیتے رہے۔ جب وہ سوال پوچھ چکا اور جواب سن لئے تو اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا سَأُدِّیْ ھٰذہ الفَرَائض وَاجتنب مَانُھِیتُ عَنْہ ثُمَّ لَا ازید وَلَا انقص کہ میں ان فرائض کو ادا کروں گا اور ان باتوں سے بچوں گا جن سے آپؐ نے منع کیا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کروں گا۔ جب ضمام بن ثعلبہ واپس چلے گئے تو آپؐ نے فرمایا اگر اس نے صدق دل سے ان باتوں پر عمل کیا تو ضرور جنت میں جائے گا۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد 4 صفحہ 162)

ان واقعات میں ایک سچے مبلغ کے لئے کئی سبق ہیں اور ان پر غور کرنے سے تبلیغ کی کئی راہیں کھلتی ہیں۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلیٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

(یہ مضمون آپ کے بڑے بیٹے مکرم فرید احمد ملک نے امریکہ سے بھجوایا اور مکرمہ فائقہ بشریٰ آف بحرین نے کمپوز کیا اور ادارہ نے بطور مائدہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا۔)

بقیہ: آنحضرتؐ کے اخلاق حسنہ و اخلاق فاضلہ...... از صفحہ 5

کے نعروں سے گونج اٹھی۔ وہاں ایک موجود صحابی نے کہا خدا کی قسم میں نے کل ہی آنحضرتؐ کو دعا کرتے سنا آپ خدا کے حضور عرض کر رہے تھے کہ اے اللہ! دو عمروں میں سے ایک دے دے۔ دو عمر سے مراد عمر بن ہشام جو ابوجہل کے نام سے مشہور ہے اور دوسرے عمر بن خطاب جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ

آنحضرتؐ کی دعاؤں کی تاثیر

1۔ وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرہ گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے، اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہو گئے۔ اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔ اور دنیا میں ایک دفعہ ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا۔ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کو دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِعَدَدِ ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ وَحُزْنِہٖ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَاَنْزِلْ عَلَیْہِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَی الْاَبَدِ......

(برکات الدعا صفحہ 5)

دعاؤں میں آپ اپنے دشمنوں کو بھی یاد کرتے۔ ان کے لئے بھی ہمیشہ دعا کرتے۔ پتھر مارنے والوں، راستے میں کانٹے بچھانے والوں، آپ کے ساتھ بائیکاٹ کرنے والوں، لعن طعن کرنے والوں، کھانا پینا بند کر دینے والوں، قتل کے منصوبے کرنے والوں کے لئے یہ دعا کی:

اے اللہ! ان لوگوں کو معاف کر دے یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔

کسی نے آپ سے کہا کہ اپنے دشمنوں کے لئے بد دعا کریں۔ فرمایا: میں لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

ایک موقعہ پر دشمنوں کے لئے جو جان کے دشمن تھے یہی دعا کی تھی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

محمد عمر تماپوری۔ علی گڑھ، انڈیا

آئینہ محمدیؐ میں خود کو سنواریں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے دور میں پیدا ہوئے جب شرک اور بت پرستی عام تھی۔ کفروضلالت کا دور دورہ تھا۔ مادہ پرستی اور اللہ تعالیٰ کے احکامات سے بغاوت لوگوں کی فطرت بن چکی تھی گمراہی کو راہ راست سمجھا جاتا تھا۔ اور ہر وہ برائی معاشرہ میں موجود تھی جو انسانیت کے منافی ہے۔ لیکن ان حالات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے چالیس برس پاکیزگی اور شائستگی کے ساتھ زندگی کے دن گزارے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور اخلاق لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے رہے۔ معاملات میں آپ صادق اور امین تھے۔ عام لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو غور سے سنتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرتے تھے اور اپنی امانتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھتے تھے۔

تاریخ گواہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کی گود سے لے کر اپنے معاشرہ، اپنے شہر اور گردونواح کے ماحول کا ذرہ برابر بھی اثر قبول نہیں کیا۔ یہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ہر بچہ سب سے پہلے ماں کی گود اور اپنے گھر والوں کا اثر قبول کرتا ہے۔ اس کے بعد گلی کوچوں اور پڑوسیوں سے متاثر ہوتا ہے۔ پھر مدرسہ یا اسکول میں تعلیم و تربیت حاصل کرتا ہے اور اپنے اساتذہ کے اثرات کو جزو سیرت بنا تا ہے اور جوانی کے عالم میں اپنے شہر اور گردونواح کے ماحول میں رنگین ہو جاتا ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس کے برعکس حسن اخلاق کے تمام تر نمونے آپ کی سیرت پاک میں شامل تھے اور آپ کی فطرت ان حالات سے جو انسانوں کی گمراہی کی وجہ سے پراگندہ تھے بالکل الگ تھی۔ کسی استاد یا مدرسہ میں تعلیم حاصل کئے بغیر تمام علوم کو جاننا اور مہارت رکھنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث شدہ رسول ہیں اور کمال علم اور حسن اخلاق کے زیور سے براہ راست اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کے چالیس سال تک سماج کی برائیوں کو دیکھتے رہے اور دل ہی دل میں کُڑھتے رہے۔ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں ایک ہی بات رہتی تھی کہ کس طرح سماج کی ان برائیوں کو اور بدعنوانیوں کو ختم کیا جائے اور سماج کی اصلاح کی جائے۔ نبوت ملنے سے کچھ عرصہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گمراہ سماج سے اُکتا گئے تھے اور تنہاء پسند ہو گئے تھے۔ غار حرا جو مکہ کے قریب پہاڑ پر واقع ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن بن گیا تھا۔ کئی کئی دن وہاں گزارتے تھے اور اپنے طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فکر میں غرق رہتے۔ ایک دن اسی غار میں حضرت جبریل علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں میں سے ایک ہیں اور نبیوں اور رسولوں پر وحی لانے کا کام سرانجام دیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ہونے کی خوشخبری سنائی۔ اور اللہ کا یہ پیغام دیا:

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۳﴾ اِقۡرَاۡ وَرَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۵﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ﴿۶﴾

(العلق: 2- 6)

پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ اُس نے انسان کو ایک چمٹ جانے والے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ تیرا رب سب سے زیادہ معزز ہے جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

حضرت جبریل علیہ السلام کی قربت اور رسالت کی ذمہ داری سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک کانپنے لگا اور گھر آتے آتے بخار آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور کہا کہ آپ تو حسن اخلاق کا کامل نمونہ ہیں۔ یتیموں اور بیواؤں کی ذمہ داری قبول فرماتے ہیں۔ بچوں کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ بڑوں اور بزرگوں سے عزت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ سب سے اچھے مہمان نواز ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی پریشانی میں مبتلا نہیں کرے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمبل اوڑھ کر لیٹ گئے۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو ایک بڑے عالم تھے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ ورقہ بن نوفل نے وحی کے سچے ہونے کی تصدیق کی اور کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام پر وحی لے کر آیا کرتا تھا اور آپ یقینی طور پر اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اس دن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے احکام کی تبلیغ شروع کر دی اور 23 سال کے عرصہ میں وہ کر دکھایا جو تمام انبیاء علیہم السلام نہ کر سکتے تھے اور دین حق کو تکمیل کی حد تک پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ظاہری و باطنی حسن عطا فرمایا تھا وہ آج تک کسی کے حصے میں نہیں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے اخلاق و کردار کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ پاکیزگی اور صفائی کا بے انتہاء خیال رکھتے تھے۔ گفتگو کرنے کا انداز اس قدر پیارا تھا کہ مخاطب کو اپنی توجہ کا ہٹانا ناممکن نظر آتا تھا۔ زبان مبارک سے جو الفاظ نکلتے تھے وہ بے انتہاء فصیح وبلیغ ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت صبر اور ایثار کرنے والے تھے اور اپنے دشمنوں سے بھی محبت سے پیش آتے تھے۔ اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ جنگ احد اور سفر طائف میں زخمی ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ سے ان کی ہدایت کے لئے دعا مانگتے رہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخاوت کا بہترین عملی نمونہ تھے۔ کسی سوال کرنے والے کو خالی ہاتھ واپس نہیں کیا۔ اگر کہیں سے مال و اسباب آ تا تو مسجد میں ہی تشریف رکھتے۔ سارا تقسیم کر کے گھر تشریف لے جاتے۔ ہر شخص کی عزت کا خیال رکھتے۔ غریبوں اور غلاموں کی دعوت قبول کرنے سے انکار نہیں کرتے تھے۔ بیماروں کی عیادت کو بہ نفس نفیس تشریف لے جاتے تھے۔ کسی کی برائی سننا آپ کو پسند نہیں تھا۔ ہمیشہ وعدہ پورا کرتے تھے۔ عدل و انصاف، امانت و دیانت کے مخالفین بھی قائل تھے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اس طرح بیان فرمائی ہے: وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ

اعلان ولادت

مکرم رانا صاحبزادہ احمد۔ مبلغ سلسلہ یوگنڈا یہ اعلان بھجواتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں مورخہ 8 ستمبر 0222ء کو بیٹی انمول قدسیہ بعمر 9 سال اور بیٹے رانا ارادت احمد بعمر 6 سال کے بعد دوسری بیٹی سے نوازا ہے۔ نومولودہ کا نام اسماء قدسیہ تجویز ہوا ہے جو بفضل تعالیٰ وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ بچی مکرم رانا حفاظت احمد مرحوم کی پوتی اور مکرم رانا منیر احمد آف کنری ضلع عمرکوٹ کی نواسی ہے اور دونوں طرف سے حضرت چوہدری امیر محمد خان اہرانوی صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نسل سے ہے۔

احباب جماعت سے نومولودہ کی صحت و تندرستی والی لمبی عمر، صالحہ اور خادمہ دین ہونے کے لئے دعاؤں کی عاجزانہ درخواست ہے۔

بقیہ: رسول کریمؐ کا دشمنوں سے حسن سلوک..... از صفحہ 10

حضرت مصلح موعودؓ کا فرمان

آنحضرتؐ کا دشمنوں سے حسن سلوک

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ دشمنوں اور مخالفوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر روشنی ڈالتے ہیں:

’’دیکھنا ان کفار مکہ میں سے کسی عورت کو نہ مارنا کسی بچے کو نہ مارنا کسی پنڈت پادری یا راہب کو نہ مارنا باغات نہ جلانا معبد نہ گرانا پھل دار درخت نہ کاٹنا جھوٹ اور فریب سے کام نہ لینا کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرنا جس نے تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دئے ہوں زخمی کو نہ مارنا کسی کو آگ کا عذاب نہ دینا کفار کا مثلہ نہ کرنا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 23)

اس سے نتیجہ نکالتے ہوئے حضور فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کی کمان ہی نہیں بلکہ کفار کے لشکر کی بھی کمان کر رہے تھے انہیں بھی مسلمانوں کے حملوں سے بچا رہے تھے اس سے زیادہ دشمن پر کیا احسان کیا جا سکتا ہے غرض یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور احسانات ہی تھے جن کی بدولت عرب کے اجڈ بے باک اور بے دھڑک لوگ آپ کے مطیع اور غلام بن گئے۔

اختتام

آخر پہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق زندہ کرنے کی توفیق دے اور آج جو اسلام کے نام پہ دہشت گردی جاری ہے اسکا جلد تر خاتمہ ہو ہم دشمنوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ اسلام پر سے یہ داغ دھل جائے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کو اپنا کر جو آپؐ نے دشمنوں کے ساتھ دکھائے ان نمونوں پہ چل کے جو آپؐ نے ہمارے سامنے رکھے ہم اس دنیا کے دل جیتنے والے ہوں جیسا کہ آج سے چودہ سو سال پہلے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ

مبارکہ شاہین۔ جرمنی

ملکہ عالیہ

بچپن میں ہم ملکہ وشہزادیوں و پریوں کی کہانیاں بڑے شوق سے پڑھتے تھے۔ ربوہ کے ماحول میں رہتے ہوئے ایسا لگتا تھا کہ پرستان و شہزادے، شہزادیاں اور بادشاہ ملکہ صرف کہانیوں میں ہی ہوتے ہیں۔ اصل میں ان کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ یا شاید ہمارے سے بہت پرانے زمانے میں شاید مغلوں کے دور میں ان کا کوئی وجود ہوتا ہو گا۔ ہمارے لئے تو بہرحال یہ ایک خواب ہی تھا۔ گھر کا سادہ سا ماحول تھا ڈھیر بہن بھائی۔ کبھی کہانی پڑھتے دل میں خیال آ جاتا کہ جیسے شہزادی کہ منہ سے بات کرتے پھول جھڑتے تھے (اُس وقت یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ پھول جھڑنا محاورہ ہے) ہمارے منہ سے بھی کبھی پھول جھڑیں۔ پیارے پاپا جی مرحوم اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ شام کو کبھی کبھار موتیے کے پھولوں کے ہار گھر لاتے تھے۔ ایک دن اُس میں سے بہت سے پھول لے کر چپکے سے منہ میں ڈال کر کھانے کی میز پر بیٹھی کہ سب کے سامنے بات کروں گی تو ایک ایک پھول منہ سے جھڑتا جائے گا۔ ابھی کسی کو اس بات کا احساس تک بھی نہیں ہوا تھا کہ میں نے منہ کھولا تو تمام پھول میز کے نیچے پیروں میں گر گئے اور یہ احساس تمام عمر کے لئے خاک ہو گیا کہ منہ سے پھول جھڑیں۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ ہم میٹرک میں تھے تو ہماری بڑی بہن کی شادی سے دو تین روز پہلے لیڈی ڈیانا اور پرنس چارلس کی شادی تھی اور یہ شادی PTV پر بھی براہِ راست دکھائی گئی۔ پیاری سی شہزادی اور حسین تاج، خوبصورت پریوں جیسا لباس اور جادوئی حسین و جمیل بگھی ہم اور سب مہمانوں نے انتہائی ذوق و شوق سے یہ طلسماتی شاہی شادی دیکھی۔ آہستہ آہستہ مختلف پیرایوں کنایوں سے ان سے رابطہ ہوتا رہا (اخبارات و رسائل کے توسط سے) تو پتہ چلا کہ اب بھی اس دنیا میں کہیں کہیں بادشاہ، ملکہ اور شہزادے شہزادیاں ہیں۔ شہزادی کی شادی میں ملکہ بھی دیکھی طمطراق والی۔ شہزادی کے حُسن اور حُسن اخلاق کے ہم بھی اور دنیا بھی گرویدہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کو پیارے پیارے بچے بھی دیئے۔ یورپ آ کر تو ہم نے دیکھا کہ اکثر اخبارات و رسائل میں ان کی رنگین، دلربا تصاویر چھپی ہوتیں۔ شہزادی کے افسوسناک انجام نے بھی ہمیں بہت دکھی کیا۔

شہزادی کی وفات کے بعد اب ملکہ کی شخصیت بھی اُبھر کر سامنے آنے لگی، ویسے تو خیر پہلے بھی سامنے ہو گی مگر ہمیں ابھی نظر آئی۔ بہت ہی خیر اندیش اور باوقار لگتیں۔ صحیح ملکاؤں والا وقار تھا۔ اُن میں کشش، خوبصورتی اور بہادری بھی بلا کی تھی۔ ہر مشکل سے مشکل موقعہ پر کوہِ وقار کی طرح ڈٹی رہیں۔ اپنے ملک و قوم کی خوب حفاظت کی۔ ہر طبقۂ قوم کے جذبات و احساسات کا خیال رکھتیں۔ خوب گھوڑا دوڑاتیں، سر پہ سکارف باندھتیں تو بہت اچھی لگتیں۔ ہمیں تو اور زیادہ اس لئے بھی اچھی لگتیں کہ اب خلافت اسلامیہ احمدیہ کا مسکن بھی برطانیہ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام امام الزمان نے اپنی زندگی میں محترمہ ملکہ وکٹوریا کو دو کتابیں تحفہ قیصریہ اور ستارہ قیصرہ خوبصورت سنہری جلد کے ساتھ روانہ فرمائی تھیں۔ اُمید واثق ہے کہ انہوں نے ضرور پڑھیں ہوں گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحفہ قیصریہ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’اُس خدا کا شکر ہے جس نے آج ہمیں یہ عظیم الشان خوشی کا دن دکھلایا۔ کہ ہم نے اپنی ملکہ معظّمہ قیصرہ ہندو انگلستان کی شصت (60) سالہ جوبلی کو دیکھا۔ جس قدر اس دن کے آنے سے مسرت ہوئی کون اس کو اندازہ کر سکتا ہے؟ ہماری محسنہ قیصرہ مبارکہ کو ہماری طرف سے خوشی اور شکر سے بھری ہوئی مبارکباد پہنچے۔ خدا ملکہ معظّمہ کو ہمیشہ خوشی سے رکھے!‘‘

(تحفۂ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 254)

پھر آگے چل کر آپ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

’’منجملہ ان اصولوں کے جن پر مجھے قائم کیا گیا ہے۔ ایک یہ ہے کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ دنیا میں جس قدر نبیوں کی معرفت مذہب پھیل گئے ہیں اور استحکام پکڑ گئے ہیں اور ایک حصہ دنیا پر محیط ہو گئے ہیں اور ایک عمر پا گئے ہیں اور ایک زمانہ ان پر گزر گیا ہے۔ ان میں سے کوئی مذہب بھی اپنی اصلیت کی روح سے جھوٹا نہیں اور نہ ان نبیوں میں سے کوئی نبی جھوٹا ہے۔ کیونکہ خدا کی سنت ابتداء سے اسی طرح پر واقع ہے کہ وہ ایسے نبی کے مذہب کو جو خدا پر افتراء کرتا ہے اور خدا کی طرف سے نہیں آیا بلکہ دلیری سے اپنی طرف سے باتیں بناتا ہے کبھی سرسبز ہونے نہیں دیتا۔ اور ایسا شخص جو کہتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ حالانکہ خدا خوب جانتا ہے کہ وہ اس کی طرف سے نہیں ہے۔ خدا اس بے باک کو ہلاک کرتا ہے۔۔۔‘‘

(تحفۂ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 256)

ملکہ وکٹوریا کو دعائیں دیتے ہوئے آپؑ تحریر فرماتے ہیں:

’’خدا تیری آنکھوں کو مرادوں کے ساتھ ٹھنڈی رکھے۔۔۔ اور تیری اولاد اور ذریت کو تیری طرح اقبال کے دن دکھلا دے اور فتح اور ظفر عطا کرتا رہے۔۔۔ ہمیں اس کے مبارک عہدِ سلطنت کے نیچے یہ موقعہ دیا کہ ہم ہر ایک بھلائی کو جو دنیا اور دین کے متعلق ہو حاصل کر سکیں اور اپنے نفس اور اپنی قوم اور اپنے بنی نوع کے لئے سچی ہمدردی کے شرائط بجا لا سکیں۔ اور ترقی کی ان راہوں پر آزادی سے قدم مار سکیں۔ جن راہوں پر چلنے سے نہ صرف ہم دنیا کی مکروہات سے محفوظ رہ سکتے ہیں بلکہ ابدی جہان کی سعادتیں بھی ہمیں حاصل ہو سکتی ہیں۔‘‘

(تحفۂ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 267)

ملکہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اور مسیح کی آمد ثانی کی خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’سو اُس نے اپنے قدیم وعدہ کے موافق جو مسیح موعود کے آنے کی نسبت تھا۔ آسمان سے مجھے بھیجا ہے۔ تا میں اُس مرد خدا کے رنگ میں ہو کر جو بیت اللحم میں پیدا ہوا اور ناصرہ میں پرورش پائی۔ حضور ملکہ معظّمہ کے نیک اور بابرکت مقاصد کی اعانت میں مشغول ہوں۔ اُس نے مجھے بے انتہا برکتوں کے ساتھ چھُوا اور اپنا مسیح بنایا تا وہ ملکہ معظّمہ کے پاک اغراض کو خود آسمان سے مدد دے۔۔۔ اے مبارک اور بااقبال ملکہ زمان جن کتابوں میں مسیح موعود کا آنا لکھا ہے ان کتابوں میں صریح تیرے پُر امن عہد

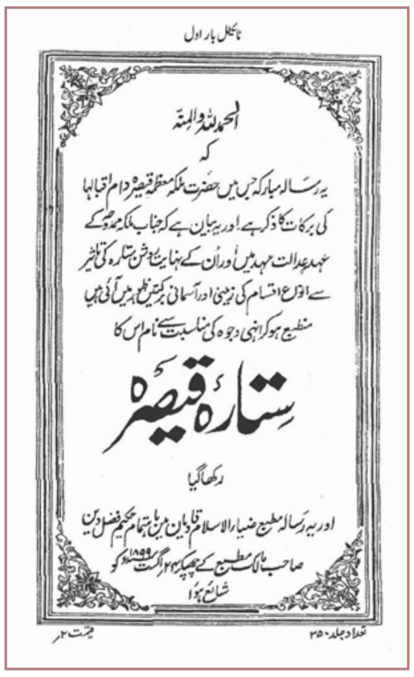
ٹائٹل بار اول
الحمدللہ والمنۃ
کہ
یہ رسالہ مبارکہ جس میں حضرت ملکہ معظمہ قیصرہ دام اقبالہا
کی برکات کا ذکر ہے۔ اور یہ بیان ہے کہ جناب ملکہ ممدوحہ کے
عہد عدالت مہد میں اوران کے نہایت روشن ستارہ کی تاثیر
سے انواع اقسام کی زمینی اور آسمانی برکتیں ظہور میں آئی ہیں
منطبع ہو کر انہی وجوہ کی مناسبت سے نام اس کا
ستارۂ قیصرہ
رکھا گیا
اور یہ رسالہ مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام حکیم فضل دین
صاحب مالک مطبع کے چھپ کر ۲۴ اگست ۱۸۹۹ء کو
شائع ہوا
تعداد جلد ۷۵۰ قیمت ۲ر

کی طرف اشارات پائے جاتے ہیں مگر ضرور تھا کہ اسی طرح مسیح موعود دنیا میں آتا جیسا کہ ایلیا نبی یوحنّا کے لباس میں آیا تھا۔ یعنی یوحنّا ہی اپنی خُو اور طبیعت سے خدا کے نزدیک ایلیا بن گیا۔ سو اس جگہ بھی ایسا ہی ہوا کہ ایک کو تیرے بابرکت زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی خُو اور طبیعت دی گئی۔ اس لئے وہ مسیح کہلایا۔ اور ضرور تھا کہ وہ آتا۔ کیونکہ خدا کے پاک نوشتوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔۔۔‘‘

(ستارۂ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 116-117)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب سے زندہ اتر آنا اور بعد طبعی وفات اور اپنے مسیح کی خُو بُو پر آنے کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’بہت سے قطعی دلائل اور نہایت پختہ وجوہ سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ خدا نے اس پاک نبی کو صلیب پر سے بچا لیا۔ اور آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے نہ مر کر بلکہ زندہ ہی قبر میں غشی کی حالت میں داخل کئے گئے اور پھر زندہ ہی قبر سے نکلے۔ جیسا کہ آپ نے انجیل میں خود فرمایا تھا کہ میری حالت یونس نبی کی حالت سے مشابہ ہو گی۔ آپ کی انجیل میں الفاظ یہ ہیں کہ یونس نبی کا معجزہ دکھلاؤں گا۔ سو آپ نے یہ معجزہ دکھلایا کہ زندہ ہی قبر میں داخل ہوئے اور زندہ ہی نکلے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو انجیلوں سے ہمیں معلوم ہوتی ہیں۔۔۔‘‘

(ستارۂ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 123)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید تحریر فرماتے ہیں:

’’اس بارہ میں مَیں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے مسیح ہندوستان میں۔ یہ ایک بڑی فتح ہے جو مجھے حاصل ہوئی ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ جلد تر یا کچھ دیر سے اس کا نتیجہ ہو گا کہ یہ دو بزرگ قومیں عیسائیوں اور مسلمانوں کی جو مدت سے بچھڑی ہوئی ہیں باہم شیر و شکر ہو جائیں گی اور بہت سے نزاعوں کو خیرباد کہہ کر محبت اور دوستی سے ایک دوسرے سے ہاتھ ملائیں گی۔۔۔ خدا تعالیٰ نے آسمان سے یہ اسباب پیدا کر دیئے ہیں کہ دونوں قوموں عیسائیوں اور مسلمانوں میں وہ اتحاد پیدا ہو جائے کہ پھر ان کو دو قوم نہ کہا جائے۔‘‘

(ستارۂ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 124)

چند روز پہلے ملکہ الزبتھ دوم کے انتقال کے موقع پر ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان کی خوبیوں پر مشتمل سپاس نامہ پیش کیا۔ خدام الاحمدیہ یوکے، کے اجتماع کے موقع پر ملکہ عالیہ کے سوگ میں اسپورٹس اور ورزشی مقابلہ جات کینسل کر دیئے گئے۔

یہ دنیا تو فانی ہے۔ جو یہاں پہ آیا سب نے واپس جانا ہے صرف خدا کا نام باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ ملکہ عالیہ کے سب خاندان کو صبر جمیل سے نوازے اور ان کی خوبیاں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ شاہ چارلس، شہزادہ ولیم و کیٹ کے دل سینے اسلام احمدیت کے لئے واکرے اور دنیائے روحانی کی بادشاہتیں بھی انہیں ملے۔ آمین

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION — Download on the App Store — Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں

+44 79 5161 4020

info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

THE ALFAZL QADIAN

الفضل

مم محمود

سو سال قبل کا الفضل

9/اکتوبر 1922ء دوشنبہ (سوموار)

مطابق 17صفر 1341 ہجری

صفحہ اول پر و دوم پر حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحبؓ افسر لنگرخانہ کی ہفتہ وار رپورٹ لنگرخانہ شائع ہوئی ہے جس میں آپ نے دورانِ ہفتہ آنے والے مہمانان کی اسماء وارتفصیل اور اخراجات کا ذکر کیا ہے۔

صفحہ نمبر 3 اور 4 پر مختلف اخبارات کے مضامین سے چنیدہ اقتباسات شامل کیے گئے ہیں جن پر مدیر صاحب الفضل نے تبصرے کیے ہیں۔ پہلا تبصرہ ’’اشاعتِ اسلام اور مسلمان‘‘ کے عنوان سے ہے جس میں لکھنؤ کے ایک اخبار کا ذکر کیا ہے۔ اس اخبار میں ایک تبلیغی انجمن کے قیام بارے مضامین شائع ہوئے تھے۔ چنانچہ اخبار الفضل نے اس انجمن کے قیام اور دوسری جانب خداتعالیٰ کے ہاتھوں قائم کردہ جماعتِ احمدیہ کا ذکر کیا ہے۔ اور دونوں انجمنوں کی مساعی کا بیّن فرق بیان کیا ہے۔

دوسرا تبصرہ ’’خلیفۃ المسلمین کی معزولی‘‘ کے عنوان سے ہے۔ اس تبصرہ میں ترکی میں کمال اتاترک کے ہاتھوں سلطنتِ عثمانیہ کے خاتمہ اور خلافت کی معزولی کا ذکر کیا گیا ہے۔

تیسرا تبصرہ عیسائی اخبار نور افشاں کی ایک خبر پر ہے جو لاہور میں احمدیوں اور عیسائیوں کے مابین ہونے والے ایک مناظرہ کے بارہ میں ہے۔

صفحہ نمبر 5 اور 6 پر ’’حضرت مصلح موعودؓ کی ڈائری‘‘ کے عنوان سے 10 ستمبر 1922ء کی ایک مجلس کا ذکر ہے۔ اس مجلس میں حضورؓ نے ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب اسسٹنٹ سرجن مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے گفتگو فرمائی تھی۔ جو اپنے چھوٹے بھائی سمیت بغرضِ تعلیم جرمنی جا رہے تھے۔

صفحہ نمبر 7 اور 8 پر ایک مضمون ’’حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشگوئیاں‘‘ شائع ہوا جو مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل نے تحریر کیا۔

صفحہ 8 اور 9 پر ایک خط ’’نبوت مسیح موعود اور غیر مبائعین‘‘ شائع ہوا۔ یہ خط صوفی مبارک علی صاحب کا محررہ ہے۔ صوفی صاحب کا قبل ازیں اہلِ پیغام سے تعلق تھا۔ مگر چند ماہ آپ کو احمدیہ مسجد لنڈن میں رہنے کا اتفاق ہوا تو ان پر ثابت ہوگیا کہ اہلِ پیغام کا موقف درست نہ تھا۔ لہٰذا اس موقف کے رد میں انہوں نے مذکورہ خط لکھ کر بھجا۔

اس اخبار کے ساتھ الفضل کی گزشتہ جلد نمبر 9 کا انڈیکس بھی شائع ہوا۔

مذکورہ بالا اخبار کے مفصل مطالعہ کے لیے درج ذیل لنک ملاحظہ فرمائیں۔

https://www.alislam.org/alfazl/rabwah/A19221009.pdf

ایک سبق آموز بات

سادگی اور زندگی کا ستون

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

یاد رکھو! بچوں جیسی سادگی جب تک نہ ہو اس وقت تک انسان نبیوں کا مذہب اختیار نہیں کرسکتا ہے۔

ہر چیز کا ستون ہوتا ہے۔ زندگی اور صحت کا ستون خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 440)

مرسلہ: ام حانیہ انور

فقہی کارنر

کیا اذان جماعت کے لئے ضروری ہے

سوال: کیا اذان جماعت کے لئے ضروری ہے؟

اس سوال کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

ہاں اذان ہونی چاہئے لیکن اگر وہ لوگ جنہوں نے جماعت میں شامل ہونا ہے وہیں موجود ہوں تو اگر اذان نہ کہی جائے تو کچھ حرج نہیں۔ لوگوں نے اس کے متعلق مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے مگر میں ایک دفعہ حضرت صاحب کے ہمراہ گورداسپور کو جا رہا تھا راستہ میں نماز کا وقت آیا عرض کیا گیا کہ اذان کہی جائے؟ فرمایا کہ احباب توجمع ہیں کیا ضرورت ہے۔ اس لئے اگر ایسی صورت ہو تو نہ دی جائے ورنہ اذان دینا ضروری ہے کیونکہ اس سے کسی دوسرے کو بھی تحریک نماز ہوتی ہے۔

(روزنامہ الفضل 19 جنوری 1922ء صفحہ 8)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع وغروب آفتاب

8/اکتوبر 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:58	18:02
مدینہ منورہ	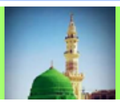	04:59	18:02
قادیان		05:06	18:05
ربوہ		04:46	17:45
اسلام آباد ٹلفورڈ	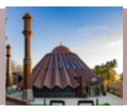	05:45	18:26